العاقلات الغافلات

(ضروریات میں عاقل اور غیر ضروریات سے غافل عورتیں)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	تمہید	۷
۲	مقصد وعظ	۸
۳	شرائط وعظ	۱۱
۴	مردوں کی ذمہ داری	۱۲
۵	تعلیم نسواں	۱۴
۶	طریق تعلیم نسواں	۱۵
۷	احکام میں عموم الفاظ کا اعتبار ہے	۱۶
۸	صفات نسواں	۱۸
۹	کمالات دین ودنیا	۱۹
۱۰	علماء کی ذمہ داری	۱۹
۱۱	قوت علمیہ وقوت عملیہ	۲۲

۱۲	کامل عورتیں	۲۲
۱۳	علم وعمل	۲۳
۱۴	ایک جاہل کی حکایت	۲۴
۱۵	نصابِ تعلیم نسواں	۲۵
۱۶	ضرورت عمل	۲۶
۱۷	اہمیت نماز	۲۷
۱۸	جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا جنت میں جائے گا کا مطلب	۲۸
۱۹	اہمیت دین	۳۰
۲۰	علم سے مراد علم دین ہے	۳۱
۲۱	بچوں کی دینی تربیت کا طریقہ	۳۲
۲۲	احکام دین کی حفاظت سب کی ذمہ داری ہے	۳۳
۲۳	ارادے کا کمال	۳۳
۲۴	حقیقت قرآن حکیم	۳۴
۲۵	بغیر معنی سمجھے قرآن پڑھنے کا فائدہ	۳۵
۲۶	اہمیت صحبت	۳۶
۲۷	لڑکیوں کی تعلیم کا طریقہ	۳۷

۲۸	طریقہ تعلیم ناخواندہ نسواں	۳۸
۲۹	حقیقت خطاب	۳۹
۳۰	علماء کی ناقدری	۴۰
۳۱	مربی کی ضرورت واہمیت	۴۱
۳۲	حقیقتِ عالم	۴۲
۳۳	انتخاب کتب	۴۳
۳۴	تعلیم کتب کا طریقہ	۴۵
۳۵	حقیقت مشقت دین	۴۶
۳۶	حقیقت پستی	۴۹
۳۷	تقلید اہل اللہ	۵۰
۳۸	علاج تکبر	۵۱
۳۹	اصلاح کے لئے مشقت برداشت کرے	۵۲
۴۰	تربیت مشائخ	۵۳
۴۱	حقیقت قوت عملیہ	۵۴
۴۲	وساوس کا علاج	۵۵
۴۳	توبہ کا فائدہ	۵۵

۴۴	دلائل شرعیہ	۵۶
۴۵	حرام کو حرام سمجھو	۵۷
۴۶	اللہ سے التجا کرو	۵۸
۴۷	عورتوں میں پائی جانی والی خرابیاں	۵۸
۴۸	زبان درازی کا علاج	۵۹
۴۹	بے پردگی	۶۰
۵۰	نگرانی خانہ	۶۰
۵۱	غیبت سے احتراز	۶۱
۵۲	فیشن پرستی	۶۱
۵۳	تشبہ کی حقیقت	۶۲
۵۴	فضول رسوم	۶۳
۵۵	ترک رسوم کی ایک مثال	۶۴
۵۶	حضرت فاطمہؓ کا نکاح	۶۵
۵۷	مروجہ طریقہ ایصال ثواب کا رد	۶۶
۵۸	صفات نسواں	۶۷
۵۹	ضرورت پردہ نسواں	۶۸

وعظ

العاقلات الغافلات

(ضروریات میں عاقل اور غیر ضروریات سے غافل عورتیں)

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے وعظ ''العاقلات الغافلات،، ۱۶/ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ کو گورکھپور ڈپٹی صاحب کی کوٹھی پر ساڑھے تین گھنٹے تک ارشاد فرمایا۔

مستورات کی درخواست پر بیان ہوا جس میں مرد بھی شریک تھے۔ مستورات میں علمی اور عملی کوتاہیوں کو تفصیل سے بیان فرما کر ان کا علاج ذکر کیا گیا۔ عورتوں کی تعلیم کی اہمیت اور طریقہ تعلیم کو خصوصیت سے بیان فرمایا۔ مضامین وعظ مردوں عورتوں کے لئے یکساں مفید ہیں۔

مولانا محمد یوسف صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے قلم بند فرمایا۔ احقر نے ۱۱/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ کو ایک شب میں اس پر عنوانات و حواشی تحریر کیے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

خلیل احمد تھانوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارک وسلم **اما بعد:**

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (۱)

تمہید

قبل اس کے کہ میں اس آیت کے متعلق کچھ عرض کروں مستورات کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ زیادہ تر یہ وعظ آپ ہی لوگوں کی ضرورت سے کیا گیا ہے خصوصیت کے ساتھ۔ اس لئے اہتمام کے ساتھ متوجہ ہوکر سنیں۔ کیونکہ آپ کو بہت کم موقع ملتا ہے ایسے مضامین سننے کا بوجہ اس کے کہ مستورات میں لکھی پڑھی بہت کم ہوتی ہیں کیونکہ ان کو وقت نہیں ملتا اپنی ضرورتوں کی وجہ سے خواہ واقعی ضرورتوں میں مشغول ہوں یا خیال ضرورت میں۔ بہرحال طرز ایسا ہی واقع ہورہا ہے جس

(۱) ''جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں ایسی باتوں سے بے خبر ہیں ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو عذاب ہوگا''۔

میں کسی قدر کسل کو(۱) دخل ہے اور دوسرے اسباب بھی ایسے مجتمع ہیں کہ ان کو بہت ہی کم وقت ملتا ہے مضامین سننے کا ایسے میں اگر کبھی موقع مل جائے تو اس کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور وعظ سے جو اصل مقصود ہے اس کو وعظ سننے کے وقت پیش نظر رکھنا چاہئے۔ جس کی حقیقت میں بیان کرتا ہوں، آپ کو اس کی نیت کر لینا چاہئے، اور نیت فعل اختیاری ہے آپ اس کو درست کر سکتے ہیں اگر پہلے سے کوتاہی واقع ہوئی ہے تو اس وقت اس کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ وعظ ایک روحانی مطب ہے یعنی باطنی اصلاح کی تدبیروں کا نام ہے جس سے باطنی امراض کا علاج ہوتا ہے بس یہ حاصل ہے وعظ کا۔

مقصدِ وعظ

سو! جو صاحب وعظ سننے والے ہیں وہ وعظ سننے سے پہلے اپنی نسبت سمجھ رکھیں کہ وہ بیماریوں میں مبتلا ہیں وعظ سے ان کا علاج بتلایا جا رہا ہے۔ بس اس کی تدبیریں سن کر حالت درست کر لینے کا عزم کر لیا جائے۔ آج کل وعظ سننے سے لوگوں کی غرضیں مختلف ہوتی ہیں۔ چنانچہ بعض کی غرض تو محض ادائے رسم ہی ہوتی ہے جیسے بہت سے کام دن رات ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی ایک کام کر لیا، بعض کی یہ نیت ہوتی ہے کہ وعظ ایک برکت کی چیز ہے اس کے ہونے سے گھر میں برکت ہو جائے گی، اللہ رسول کا نام لیا جائے گا۔ بعض کی نیت یہ ہوتی ہے کہ شریک ہو کر اتنی دیر گناہوں سے بچے رہیں گے۔ ثواب لکھا جاوے گا۔ بجز اول نیت (۲) کے پچھلی دو نیتیں دین کی ضروری ہیں اور لوگ ان کو کر بھی لیتے ہیں مگر اصلی غایت جو ہے

---

(۱) سستی (۲) پہلی نیت کے علاوہ بعد کی دو نیتیں۔

وعظ کی وہاں تک لوگوں کی نظر ہی نہیں، اور اس اصلی غرض کا حاصل امراض روحانی کا معالجہ ہے (۱) یعنی اپنے امراض کو غور کر کے دیکھنا اور اس کی تدبیر کرنا۔ اگر یہ نیت پہلے سے نہ کی ہو تو اب کر لینی چاہیئے اور اس نیت سے ثواب بھی مل جاتا ہے۔ باقی محض تھوڑی دیر کے لئے ثواب ہونے کی غرض سے سنا تو یہ تھوڑی دیر تک تو نافع ہوگا پھر کچھ بھی نہیں حق تعالیٰ اپنے کلام میں تصریح فرماتے ہیں: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (۲)

کہ ہم نے اپنے کلام کو اس واسطے نازل کیا ہے کہ اس میں غور کیا کریں اور اس پر عمل کیا کریں گو اس کی تلاوت میں بھی ثواب ہے اور وہ خالی تلاوت بھی ثواب سے خالی نہیں مگر اس آیت نے یہ بات بتلا دی کہ اصلی غرض صرف یہ ہے کہ مضامین کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں مگر ہماری یہ حالت ہے کہ ہم تدبر نہیں کرتے، سوچتے نہیں، ذہن میں مضامین کا تکرار نہیں کرتے، حالانکہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کو خارش کا مرض ہو جاوے اور اس کو کوئی اس کا نسخہ مل جائے تو وہ بار بار اس کو ذہن میں رٹتا ہے تاکہ یاد رہے۔ پھر اس کا استعمال کرتا ہے محض اس خیال سے کہ خارش برا مرض ہے۔ سو اگر اسی طرح سے وعظ گو تھوڑا ہی سنا جائے مگر اس کو یاد کیا جائے اور اس کا ذہن میں تکرار و اعادہ کیا جائے تو جو سنا جائے گا ضرور یاد رہے گا۔ پھر عمل کا اہتمام کیا جاوے تو اس طریقہ سے دو چار وعظ میں پوری اصلاح ہو سکتی ہے اسی واسطے حق تعالیٰ ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾ (۳)

یعنی جس کے قلب ہو یا کانوں کو متوجہ کرے۔ مراد یہ کہ قلب کو حاضر

---

(۱) امراض روحانی کا علاج (۲) سورۂ ص: ۳۸/۲۹ (۳) سورۂ ق: ۵۰/۳۷۔

کرے اور کان لگائے اس کے واسطے اس میں نصیحت ہے اور ایسے ہی شخص کو نفع بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر فرماتے ہیں: ﴿ذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (۱)

کہ آپ نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے وجہ اس نفع کی وہی ہے کہ وہ قلب کو حاضر کر کے اور کان لگا کر سنتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ وعظ مسلمانوں کو نفع دیتا ہے اور جب وعظ کا نافع ہونا حق تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں تو نعوذ باللہ یہ تو احتمال ہی نہیں ہوسکتا کہ حق تعالیٰ کا بیان فرمایا ہوا کوئی امر خلاف واقع ہو، مگر ظاہر میں شبہ ہوتا ہے کہ قرآن شریف سے تو اس کا نافع ہونا معلوم ہوا مگر باوجود اس کے بعض جگہ نفع نہیں ہوتا یہ کیا بات ہے تو جواب اس کا یہی ہے کہ نفع کی وہی شرط ہے۔ (مَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ)

سو واقع میں یہ شبہ قرآن شریف پر نہیں ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ طبیب کہتا ہے کہ دوا نافع ہے سو معنی اس قول کے یہ ہیں کہ اس کا نفع بعض شرائط کے ساتھ مشروط ہے سو اگر کہیں نفع ظاہر نہ ہو تو یہ نہیں کہ دوا نافع نہیں۔ (۲) نافع یقیناً ہے مگر بوجہ فقدان شرائط (۳) کے اس کا نفع ظاہر نہیں ہوتا۔ پس جس طرح اطباء دوا کی خاصیت بیان کرتے ہیں اسی طرح حضرۃ حق سبحانہ وتعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ اعمال کی خاصیت بیان فرماتے ہیں پس جیسے اس دواء کی غایت کا ظاہر ہونا مشروط ہے بشرائط۔

اسی طرح اعمال کے لئے بھی شرائط ہیں اور وہ شرائط حق تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔

---

(۱) سورۂ ذاریات: ۵۱/۵۵ (۲) فائدہ مند نہیں (۳) شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کا فائدہ ظاہر نہیں ہوتا۔

شرائط وعظ

چنانچہ ارشاد ہے: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ﴾ (۱)

اور بھی جا بجا قرآن شریف میں ان شرائط کو بیان کیا ہے۔ کہیں ہے ﴿یتدبرون﴾ کہیں ہے ﴿یَتَذَکَّرُوْنَ﴾ ''وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں'' کہیں ہے ﴿یَتَفَکَّرُوْنَ﴾ ''وہ فکر کرتے ہیں'' کہیں ہے ﴿یَتَدَبَّرُوْنَ آیَاتِہٖ﴾ ''وہ آیتوں میں غور کرتے ہیں'' ﴿وَمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَاب﴾ ''اور عقلمندوں کی نصیحت حاصل کرو'' یہ آیتیں بتلارہی ہیں کہ جو شخص سوچے یاد رکھے خیال کیا کرے قصد بھی کرے ہمت بھی کرے تو اس کو نفع ہوگا۔ اگر کوتاہی ہو جاوے توبہ کرے متوجہ ہوجاوے مگر ہماری حالت یہ ہے کہ نہ سوچتے ہیں نہ یاد رکھتے ہیں نہ قصد نہ ہمت نہ عمل۔ تو نفع بھی نہیں ہوتا۔ سو نفع نہ ہونے پر تعجب کرنا ہی بے بنیاد ہے۔ اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ وعظ سے اگر توفیق ہوکر گناہ کم ہونے لگیں تو اتنا نفع کیا کم ہے بلکہ اور ترقی کرکے کہتا ہوں کہ اگر گناہ ترک نہ ہوں محض توبہ کی توفیق ہوکر گذشتہ ہی گناہ معاف ہوجاویں تو خود یہ کتنا بڑا نفع ہے۔ خواہ پھر گناہ ہی کیوں نہ ہونے لگیں اس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی بخار میں مبتلا ہوتا ہے یا اور کوئی شکایت ہوجاتی ہے موسم میں ہم نے نہیں دیکھا کہ اس نے علاج نہ کیا ہو محض اس خیال سے کہ اگر اچھا بھی ہوگیا تو اگلے سال پھر بیمار ہوجاؤں گا۔ وہاں تو علاج کو نافع سمجھ کر کرلیا جاتا ہے مگر یہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسی توبہ سے کیا فائدہ کہ پھر گناہ ہوجاوے اس لئے جب ساری عمر گزر چکے گی اس وقت توبہ کرلیں گے۔ سچ یہ ہے کہ ہم یہی نہیں سمجھتے کہ ہمارے اندر امراض بھی ہیں ورنہ

(۱) ''بے شک قرآن اس کے لئے نصیحت ہے جس کا دل ہو یا کانوں کو متوجہ کرے اور وہ حاضر ہو''

امراض جسمانی کا سا معاملہ یہاں بھی ہوتا اور اس وقت وعظ کو وعظ سمجھ کر سنتے اب یہ نہیں، تو یہی وجہ ہے کہ وعظ کا نفع باقی نہیں رہتا۔ دوسری بات یہ قابل عرض ہے کہ زیادہ مقصود چونکہ اس وقت سنانے سے مستورات ہیں اس لئے مستورات کو چاہئے کہ اسکا خیال رکھیں اور بہت متوجہ ہوکر سنیں۔ یہ مستورات کی خدمت میں عرض تھی مختصر۔

اب دوسرے حضرات کی خدمت میں یہ عرض ہے چونکہ خطاب سے زیادہ قصد مستورات کے لئے ہے اور بوجہ اس کے کہ مستورات کی تعلیم بھی کم ہوتی ہے ان کا فہم بھی سادہ ہوتا ہے ان کے خطاب میں سلامت کی رعایۃ ضروری ہوتی ہے اس لئے اور صاحب یہ خیال نہ کریں کہ مضامین علمی ہوں۔ ایک بات مستورات کے متعلق یہ ہے کہ وعظ میں مستورات پردہ کا خاص اہتمام رکھیں کپڑا پردہ کا ہٹنے نہ پاوے اس واسطے کہ بہت جگہ ایسا دیکھا گیا ہے کہ مستورات مردوں کے سامنے ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ بعض جگہ ایسا ہوا تو میں متحیر رہ گیا۔ اس وقت یہ خلاف تہذیب گفتگو اس لئے گوارا کی ہے کہ اگر مستورات مردوں کے سامنے ہوتی ہیں تو نظر اور ذہن اس طرف چلنے لگتا ہے اس لئے ان کو احتیاط رکھنا چاہئے کہ مردوں کے سامنے نہ ہوں۔ ایک بات یہ ہے کہ مرد خیال نہ کریں کہ جب مستورات مخاطب ہیں اور ان کے متعلق بیان ہوگا تو پھر مردوں کو وعظ سے کیا فائدہ ہوا۔ بات یہ ہے کہ اول تو مضامین اکثر مشترک ہوتے ہیں اور اگر فرض بھی کرلیا جاوے کہ بعض مضامین خاص عورتوں کے ہی متعلق ہوں گے تو بھی آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ مستورات کی تعلیم کا طریقہ ہی معلوم ہوجائے گا۔

مردوں کی ذمہ داری

اس واسطے کہ آپ حضرات کے ذمہ ان کی تعلیم بھی ہے، حدیث میں ہے:

(كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)''تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ایک سے ہر اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا''

مرد اپنے خاندان میں اپنے متعلقین میں حاکم ہے۔ قیامت میں پوچھا جائے گا کہ محکومین کا کیا حق ادا کیا؟ اور محض نان ونفقہ ہی سے حق ادا نہیں ہوتا کیونکہ یہ کھانا پینا تو حیات دنیا تک ہے آگے کچھ بھی نہیں اس لئے صرف اس پر اکتفا کرنے سے حق ادا نہیں ہوتا چنانچہ حق تعالیٰ نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا قُوا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا﴾

(کہ اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اپنے اہل کو دوزخ سے بچاؤ) یعنی ان کی تعلیم کرو حقوق الٰہی سکھاؤ ان سے تعمیل بھی کراؤ جب قدرت ہو۔ اس میں آپ معذور نہ ہوں گے ایک دفعہ کردیا رسم کے طور پہ پھر چھوڑ دیا۔ آپ ایک دفعہ کہنے میں سبکدوش نہ ہونگے اگر یہی مزاق ہے تو کھانے میں اگر نمک تیز کردیں تو اس وقت بھی اسی مزاق پر عمل کیا جائے ایک بار کہہ دیا کہ بی بی اتنا تیز نمک ہے کہ کھایا نہیں جاتا یہ کہہ کر فارغ ہوجائے۔ پھر اگر ایسا اتفاق ہو تو کچھ نہ کہیئے حالانکہ وہاں ایسا نہیں کرتے بلکہ اس پر ناراض ہوتے ہیں اگر پھر کرے تو مارنے کو تیار ہوجاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ وہاں سکوت سے ضرر سمجھا جاتا ہے اور دین کے معاملہ میں یوں کہہ دیتے ہیں کہ جیسا کرے گی ویسا بھرے گی اور غور سے دیکھئے تو وہاں ضرر (۱) ہی کیا پہنچا صرف یہ کہ کھانا بگڑ گیا اور کیا زیادہ بات ہوئی.......؟ یہاں تو دین کا ضرر ہے.....بس اب سمجھ لیجئے! جیسے سکوت ہے (۲) وہاں آپ کا ضرر ہے۔ سکوت سے یہاں بھی آپ کا ضرر ہے۔ کہ ان کے متعلق آپ سے باز پرس ہوگی یہ کیا تھوڑا ضرر ہے۔

اب دوسرے مزاق کے اعتبار سے اور گفتگو کرتا ہوں کوئی آپ کا چہیتا بچہ

---

(۱) نقصان (۲) خاموشی۔

ہو وہ دوا نہ پیئے تو آپ زبردستی دوا پلاتے ہیں بے مروتی گوارا کرتے ہیں اگر ویسے نہ پیئے تو چمچہ سے اس کے منہ میں ڈالتے ہیں اس خیال سے کہ یہ تو بیوقوف ہے، نادان ہے، انجام پر اس کی نظر نہیں مگر ہم کو تو اللہ تعالیٰ نے سمجھ دی ہے وہاں اس کو آزاد نہیں چھوڑتے ہر طرح سے اس کی حفاظت رکھتے ہیں سو کیا وجہ ہے کہ وہاں تو اس مزاق سے کام لیا جاتا ہے اور یہاں نہیں لیا جاتا سچ یوں ہے کہ مردوں نے بھی دین کی ضرورت کو ضرورت نہیں سمجھا۔ کھانا ضروری، فیشن ضروری، ناموری ضروری، مگر غیر ضروری ہے تو دین دنیا کی ذرا ذرا سی مضرت کا خیال ہوتا ہے اور یہ نہیں سمجھتے اگر دین کی مضرت پہنچ گئی تو کیسا بڑا نقصان ہوگا۔ پھر وہ مضرت اگر ایمان کی حد میں ہے، تب تو چھٹکارا بھی ہو جاوے گا مگر نقصان جب بھی ہوگا گو دائمی نہ ہو[۱] اور اگر ایمان کی حد سے بھی نکل گئی تو ہمیشہ کا مرنا ہو گیا۔ اور تعجب ہے کہ دنیا کی باتوں سے تو بے فکری نہیں ہوتی مگر دین کی باتوں سے کس طرح بے فکری ہو جاتی ہے ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

چوں چنیں کارے ست اندر رہ ترا　　　خواب چوں می آید اے ابلہ ترا

''جب راہ میں ایسا کام ہے تو بے وقوف تجھ کو نیند کیونکر آتی ہے''

تعلیم نسواں

اور اسی بے فکری کا ایک شعبہ ہے کہ مرد عورتوں کی تعلیم کو اپنے ذمہ ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ بعض کی رائے تو یہ ہے کہ تعلیم مضر ہے۔ مگر اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی نے اپنے گھر والوں کو کھانا کھلایا۔ اتفاق سے بی بی بچہ سب کو ہیضہ ہو گیا۔ اب آپ نے رائے قائم کی کہ کھانے پینے سے تو ہیضہ ہو جاتا ہے اس لئے سب کا کھانا پینا بند اور دل میں جما لیا کہ کھانے کی برابر کوئی چیز بُری نہیں۔ سو تعلیم سے اگر کسی کو ضرر

(۱) ہمیشہ کا نہ ہو۔

پہنچ گیا تو یہ تعلیم کی بدتدبیری سے ہے نہ کہ تعلیم سے، ہاں یہ امر زیر بحث ہے کہ کونسی تعلیم ہونی چاہئے۔ مختصر یہ ہے کہ تعلیم دین کی ہو۔ ہاں حساب کتاب گھر کا یا دھوبی کے کپڑے لکھنے کا اس کی ضرورت بھی ان کو واقع ہوتی ہے سو اتنا حساب کتاب بھی سہی، اور فی نفسہ مردوں کو بھی دنیوی تعلیم کی ضرورت نہ تھی مگر معاش کی ضرورت نے مجبور کر دیا۔ اور اگر محض اس ضرورت سے آگے کمال حاصل کرنے کے لئے ان کو تعلیم دی جاتی ہے تو بھلا یہ بھی کوئی کمال ہے کہ فلاں راجہ مر گیا فلاں بادشاہ فلاں سن میں ہوا تھا۔ فلاں جگہ اتنے دریا ہیں فلاں موقعہ پر اتنے گاؤں ہیں کلکتہ ایسا شہر ہے بمبئی میں اتنی تجارت ہوتی ہے کہ اگر اس کو بھی کمال سمجھ لیا جاوے سو کمال بھی جب ہی معتبر ہوتا ہے جبکہ مضرت نہ ہو(۱)۔ ہم تو مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس نئی تعلیم سے مضرت پہنچتی ہے۔ اور عورتوں کو بہت ہی زیادہ۔ اس وجہ سے ان کی تعلیم میں تو یہ امور ہرگز بھی نہ ہونے چاہئیں۔ اسی طرح ہر وہ تعلیم جس سے دینی ضرر پیش آئے۔ رہا ضروری تعلیم کے بعد اگر آپ کی سوء تدبیر سے ضرر ہو گیا تو آپ کا یہ حکم لگانا کہ تعلیم مضر ہے غلط ہے۔ تعلیم دین تو مضر ہو ہی نہیں سکتی۔ جب اس کے ایسے ایسے فضائل ہیں اور ان کے منافع دیکھے بھی جاتے ہیں تو پھر وہ کیسے مضر ہو سکتی ہے۔ غرض یہ کہ تعلیم عورتوں کی مردوں کے ذمہ ہے ان کی ذمہ داری صرف کھانا کپڑا دینے سے پوری نہیں ہوتی۔ پس اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ تعلیم ضروری ہے۔

طریقِ تعلیم نسواں

اب اس کا بیان ہونا چاہیئے کہ اس کا طریقہ کیا ہے اس سے مردوں کو یہ نفع ہو جائے گا کہ نصاب تعلیم معلوم ہو جائے گا اس کا انتظام کرسکیں گے اور مرد اگر تدبر

(۱) نقصان نہ ہو۔

سے کام لیں تو یہ مضامین بچوں عورتوں مردوں سب کے لئے نافع ہوسکتے ہیں اگرچہ ظاہراً خاص ہیں مستورات کے ساتھ۔ پس میں نے جو ایت تلاوت کی تھی۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ص وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ﴾

”جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں ایسی باتوں سے بے خبر ہیں ایمان والیاں، ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا“۔

اس میں یہی ضروری تعلیم مذکور ہے اور یہ آیت خاص واقعہ میں نازل ہوئی ہے اس واقعہ کے تو بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں حکایات بیان کرنے کے لئے نہیں بیٹھا ہوں بلکہ ان واقعات میں جو فیصلہ کیا گیا ہے اور وہ فیصلہ ہے ضرورت عامہ کا اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہے، غرض آیت گو ایک واقعہ خاص میں نازل ہوئی ہے مگر مخصوص نہیں ہے اس واقعہ کے ساتھ۔ کیونکہ ہر واقعہ کے لئے ایک قانون ہوتا ہے سو اگر قانون اس واقعہ کے قبل بنا ہوا ہے تب تو فبہا اور اگر بنا ہوا نہیں ہے تو اس کے لئے قانون بنایا جاتا ہے اور جب تک حکومت رہتی ہے وہ قانون جاری رہتا ہے۔

احکام میں عموم الفاظ کا اعتبار ہے

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ واقعات کا انحصار ہو نہیں سکتا اس لئے قوانین کلیہ بنائے جاتے ہیں تاکہ ضرورت کے وقت واقعات کو ان قوانین میں داخل کرسکیں اس سے فقہاء کے اس کہنے کا راز معلوم ہوگیا کہ: (لَا عِبۡرَۃَ لِخُصُوۡصِ المَورِدِ بَل لِعُمُوۡم الالَفَاظِ)۔

یعنی خصوص اُمور کا اعتبار نہیں بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے مثلاً کوئی آیت کسی

خاص موقع پر نازل ہوئی تو وہ اسی موقع کے ساتھ خاص نہ ہوگی بلکہ جو واقعہ بھی اس کی مثل پیش آئے گا تو وہ اس کو بھی شامل ہوگی جیسے: ﴿وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ○ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ○ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ○﴾(۱)

''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی جب لوگوں سے ناپ کرلیں تو پوری کرلیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں''۔

بعض اہل کیل دوزن (۲) کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر ان ہی کے ساتھ خاص نہ ہوگی بلکہ جو بھی کم ناپے، تولے گا، سب کو اس آیت کی وعید شامل ہوگی۔ اسی طرح بہت سی آیات ہیں کہ مورد ان کا خاص ہے مگر حکم عام ہے (۳) اور یہ عقلی مسئلہ ہے اس میں زیادہ تفصیل کرنے کی حاجت نہیں۔ اسی طرح یہ آیت باوجودیکہ واقعہ خاص میں نازل ہوئی مگر حکم عام ہے۔ اب سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ کیا فرماتے ہیں حق تعالیٰ اس آیت کے اندر ایک مضمون خاص بیان فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو محفوظ ہیں اور جنہیں خبر نہیں اور ایمان والیاں ان پر دنیا میں بھی لعنت ہوگی اور آخرت میں بھی اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا (آخرت میں) یہ تو ترجمہ کا حاصل ہے کہ پاک عورت کو تہمت لگانے والے پر لعنت ہے۔ اب سمجھئے کہ کسی کلام سے جو مقصود ہوتا ہے اس کو اصطلاح میں عبارۃ النص کہتے ہیں اور وہ مقصود ہی ہے جو ترجمہ کے حاصل میں بیان کیا گیا، مگر مجھ کو اس وقت اس مقصود کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس کا ایک اور مدلول بھی ہے جو مقصود نہیں مگر آیت اس پر دلالت کرتی ہے جس کو اصطلاح میں اشارۃ النص کہتے ہیں۔

---

(۱) سورہ المطففین: ۱ تا ۳ (۲) ناپ اور وزن کر کے جو چیزیں خریدتے بیچتے ہیں ان کے بارے میں نازل ہوئیں (۳) کسی خاص موقع پر نازل ہوئی ہیں لیکن ان کا حکم عام ہے۔

صفاتِ نسواں

اس وقت اس کا بیان کرنا مقصود ہے اور وہ مضمون یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کی اچھی صفات بیان کی ہیں اور وہ صفات اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ مجھ کو ان صفات میں گفتگو کرنا مقصود ہے تاکہ عورتیں اپنے اندر ان صفات کے پیدا کرنے کی کوشش کریں، سو آیت میں غور کرنے سے اور لفظوں کے دیکھنے سے وہ تین صفات ہیں جن سے متصف ہونے والیوں کو تہمت لگانے والے پر ''لُعِنوا'' کو مرتب کیا ہے تو وہ صفات پیدا کرنی چاہئیں پس ایک صفت اَلْمُحصَنات ہے۔ ایک صفت الغٰفِلٰتِ ہے ایک صفت المُؤمِنَاتِ ہے حاصل ترجمہ محصنات کا ہے پارسا عورتیں۔ اور لفظی ترجمہ ہے حفاظت کی گئیں یعنی ان کو پارسائی کے خلاف باتوں سے محفوظ رکھا گیا۔ دوسری صفت یہ ہے غَافِلَاتِ یعنی بے خبر بھولی بھالیاں تیسری صفت ہے۔ اَلْمُؤمِنَاتِ یعنی ایمان والی۔ سو آیت میں بظاہر یہ صفات منتشر یعنی غیر مربوط اور غیر مرتب معلوم ہوتی ہیں کیونکہ پہلے المُحْصَنٰتِ ہے پھر الغٰفِلٰتِ پھر المُؤمِنَاتِ حالانکہ ظاہراً مقتضائے ترتیب یہ تھا کہ المؤمنات کو پہلے لاتے کیونکہ ایمان کا درجہ مقدم ہے سب چیزوں سے، مگر ایسا نہیں کیا بلکہ محصنات کو مقدم کیا مومنات پر، اس میں ضرور کوئی بڑا نکتہ ہے۔ بات یہ ہے کہ کلام حق تعالیٰ کا ضروری رعایتوں کا نہایت جامع ہے اور اس میں اس قدر تدقیق ہے کہ ضروریات اصلاح کے متعلق جتنے امور ہیں ان کا ضبط اس میں اس قدر کافی ہے کہ کسی کلام میں نہیں ہوسکتا پس نظر غائر کرنے سے (۱) یہ صفات آپس میں مربوط بھی ہیں یعنی ان میں باہم علاقہ بھی ہے اور مرتب بھی ہیں۔ (۲)

---

(۱) گہری نظر سے دیکھنے سے (۲) آپس میں تعلق بھی ہے اور ربط بھی۔

کمالات دین ودنیا

اس کے لئے پہلے ایک مقدمہ بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ انسان میں دو کمال پیدا کئے گئے ہیں اور ان ہی کمالات کو بڑھانا انسان کو ضروری ہے ایک کا نام قوت علمیہ اور دوسرے کا قوت عملیہ ہے۔ اور کوئی شخص ایسا نہیں جو اس میں اختلاف رکھتا ہو خواہ دنیا کا طالب ہو یا دین کا طالب ہو۔ وہ دنیادار ہو یا دیندار، وہ جاہل ہو یا عالم، وہ منطقی ہو یا فلسفی ہو۔ آخر کوئی نہ کوئی کام تو کرے ہی گا اور کرنے کا تعلق ہے قوت عملیہ سے اگر قوت عملیہ سے نہ ہو تو اس کام کو کرہی نہ سکے گا اور قوت علمیہ سے اس کی حقیقت جانے گا، اور اگر اتفاقی طور پر اس طرح کرے کہ قصد کو اختیار کو اس میں دخل ہی نہ ہو تو وہ بحث سے خارج ہے۔ مثلاً کوئی تجارت کرتا ہے تو اس کو ایک تو تجارت کے اصول جاننا چاہئے اور پھر وہ اصول برتنا چاہئے۔ کوئی شخص کھیتی کرتا ہے تو پہلے طریقہ کھیتی کا معلوم کرے پھر کھیتی کرنا چاہیئے۔ اسی طرح نوکری ہے کہ پہلے اس کے اصول جاننا چاہئے اس کے بعد قوت عملیہ سے کام شروع ہوتا ہے میں کہاں تک مثالیں عرض کروں یہ بات اس قدر ظاہر ہے کہ زیادہ مثالوں کی محتاج نہیں۔ غرض انسان میں ایک قوت علمیہ ہے جس سے نفع وضرر (۱) کو پہچانتا ہے۔ دوسری قوت عملیہ ہے۔ اور انسان میں اصل بھی دو کمال ہیں۔ باقی جتنے کمال ہیں وہ سب اسی کی فرع ہیں (۲) اور عورتیں بھی اسی حکم میں داخل ہیں پس ان کے بھی کمالات یہی دو ہوں گے ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔

علماء کی ذمہ داری

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں اور اسی طرح جتنی کتابیں دین

(۱) نفع نقصان (۲) اسی کی شاخیں ہیں۔

کی ہیں ان میں ان ہی کمالات سے بحث ہوگی جو دین کے متعلق ہوں، گو دنیا کے کمالات کی تحصیل بھی ناجائز نہیں سو قرآن شریف کے دو کام ہوں گے ایک تو کمالات دینی کا بتلانا دوسری جس عمل میں مضرت آخرت ہو (۱) اس سے روکنا۔ جیسے طبیب کا کام ایک پرہیز کا اور دوسرے دوا کا بتلانا ہے یہ اس کے ذمہ نہیں کہ لذیذ کھانوں کی ترکیب بتلایا کرے حکیم محمود خاں کے ذمہ یہ ہے کہ دوا اور پرہیز بتلادیں گلگلہ پکانے کی ترکیب بتلانا یہ کام حکیم محمود خاں کا نہ ہوگا۔ اگر مریض نے اجازت چاہی کسی کھانے کی تو ترکیب اس کھانے کی خوان نعمت میں ملے گی۔ طبیب ہونے کی حیثیت سے ترکیب کھانے کی ان کے مطب میں نہ ملے گی۔ اگر کوئی ان سے کھانے کی ترکیب پوچھنے لگے تو ان کے جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ ہمارا کام یہ نہیں ہے جاؤ کسی باورچی سے سیکھو۔ اگر خوش ہوکر بتلادیں تو یہ ان کی عنایت ہوگی مگر ان کے ذمہ نہیں۔ ہاں ان کا یہ منصب ہے کہ جو چیز مریض کو مضر نہ ہو اس کی اجازت دے دیں اور اگر مضر دیکھیں تو روک دیں۔ اسی طرح سے علماء کے ذمہ جو قرآن شریف کے نقل کرنے والے ہیں یا یوں کہیئے کہ قرآن شریف کے ذمہ دو چیزیں ہیں ایک امراض روحانی کی دوا بتلانا دوسرے پرہیز بتلانا۔ اور یہ اس کے ذمہ نہیں کہ وہ دنیا کے کمالات کے طریقے بتلایا کریں کہ ربیع (۲) میں فلاں چیز بوتے ہیں خریف (۳) میں یہ بوتے ہیں۔ مشین یوں چلتی ہے، گھڑی یوں بنتی ہے، پتلی گھریوں تیار ہوتا ہے (۴) کپڑا یوں بُنا جاتا ہے۔ یہ قرآن شریف کے ذمہ نہیں ہے ہاں اگر آپ ان چیزوں کو کمال سمجھیں تو قرآن شریف اجازت دیتا ہے کہ ان کے کرنے میں حرج نہیں مگر یہ اجازت ہی تک ہے کہ آخرت کی مضرت نہ ہو۔ جیسے طبیب جب کسی غذا میں مریض کے لئے مضرت دیکھتا ہے تو اس کو فوراً روک دیتا ہے۔

(۱) آخرت کا نقصان (۲) موسم بہار (۳) موسم خزاں (۴) پتلیوں کا تماشا دکھانے کی مشین۔

اسی طرح شریعت جس وقت دیکھے گی کہ فلاں امر میں مضرت ہے[۱] آخرت کی اور یہ بات مریض روحانی کو مضر ہوگی تو فوراً روکے گی۔ سو قرآن شریف کی تعلیم کافی ضرور ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں زراعت بھی ہو تجارت بھی ہو، مشین چلانے کی ترکیب بھی ہو، کپڑا بننے کا طریقہ بھی ہو، بلکہ اس میں آخرت کی قوانین ہیں، بعض تو مفصل ہیں اور جہاں کلام اللہ مجمل ہے وہاں حدیث سے اس کی تفسیر ہوگئی ہے اور یہ سب قرآن شریف ہے جو مختلف رنگ میں ظاہر ہورہا ہے، باقی یہ کہ اس میں تجارت بھی ہو زراعت بھی ہو۔ سو یہ عیب ہے کسی فن کی کتاب کے واسطے کہ اس میں مقصوداً دوسرے فن کے مسائل ہوں۔ مثلاً طب اکبر میں امراض کا بیان ہے اس لئے کہ وہ طب کی کتاب ہے۔ ایک شخص نے خیال کیا کہ کبھی ضرورت جوتے سینے کی پڑجاتی ہے، کبھی ضرورت تجارت وزراعت کی بھی واقع ہوجاتی ہے، اس لئے اس نے طب اکبر میں یہ تصرف کیا کہ شروع میں دو ورق تو امراض رأس[۲] کے لکھے، پھر جوتیاں سینے کا بیان لکھ دیا، پھر دو ورق امراض حلق[۳] کے لکھ دیئے اس کے بعد تجارت یا زراعت کے متعلق کچھ لکھ دیا۔ یا پھر دو ورق امراض معدہ کے لکھے، پھر کچھ مضمون کپڑا سینے کا لکھ دیا بتلایئے انصاف سے کہ ایسی کتاب کو دیکھ کر عقلاء کیا کہیں گے۔ ظاہر ہے کہ سب مذاق اڑائیں گے، اور ظاہر ہے کہ یہ طب اکبر کا کمال نہ ہوگا اس کا کمال تو یہی ہے کہ اس میں طب ہی کے مسائل ہوں اسی طرح قرآن شریف میں اگر ایسا ہوتا تو قرآن شریف کا کمال نہ ہوتا اس کا کمال تو یہی ہے کہ اس میں دین کے طریقہ بتلائے جائیں ہاں معاش سے ممانعت نہ ہونی چاہیئے جبکہ طریقہ مباحہ سے ہو[۴]۔

---

(۱) فلاں کام کرنے میں نقصان ہے آخرت کا (۲) سر کی بیماریوں کے (۳) گلے کی بیماریوں کے (۴) جبکہ جائز طریقے پر ہو۔

قوت علمیہ وقوت عملیہ

مقصود میرا یہ ہے کہ میں اپنی اس وقت کی تقریر میں جب لفظ کمال کہوں گا تو اس سے کمال دینی مراد ہوگا۔ سو کمال دینی دو چیزیں ہیں، ایک قوت علمیہ اور ایک قوت عملیہ، اور یہی دو کمال عورتوں کے لئے بھی ہیں پس حق تعالیٰ نے اس مقام پر تین کلمے ارشاد فرمائے ہیں ایک المحصنات یعنی حفاظت رکھی ہوئی بچائی ہوئی عورتیں دوسرا المؤمنات یعنی ایمان والی تصدیق کرنے والی عورتیں۔ میں پہلے ان ہی دو کلموں کو لیتا ہوں (الغافلات کا بیان آئندہ ہے) سو سمجھئے کہ ایمان نام ہے خاص علوم کا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے اور اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کی اطلاع رسول ﷺ کی معرفت دی ہے ان باتوں کو سچا جاننا، ان علوم کا نام درجہ یقین میں ایمان ہے۔ پس اس ایک لفظ میں اشارہ ہے قوت علمیہ کی طرف یعنی المؤمنات میں اور دوسرے میں اشارہ ہے قوت عملیہ کی طرف یعنی المحصنات میں۔

کامل عورتیں

اور یہ دونوں کمال جب عورتوں کی طرف منسوب ہیں، تو معلوم ہوا کہ جیسے مرد کامل ہوسکتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی کامل ہوسکتی ہیں اور جیسے خود مردوں کی نوع میں تفاوت ہے ایسے ہی عورتوں کی نوع میں بھی تفاوت ہے(۱)۔

اور عورتوں کے کمال کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مرد جیسے کامل ہوتے ہیں یہ ویسی ہو جائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنی استعداد کے موافق کامل ہوسکتی ہیں خواہ مردوں کی برابر نہ ہوں اور عورتوں کے کمال کے حکم پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ تو بروئے نص ناقص ہیں (۲) پھر ان کو کامل کیسے کہا جاسکتا، بات یہ ہے کہ عورتوں

(۱) جیسے مردوں کی اقسام میں فرق ہے عورتوں میں بھی فرق ہے (۲) حدیث میں انہیں ناقصات العقل فرمایا ہے۔

میں دو قسم کے نقصان ہیں ایک تو مردوں کے نوع کے مقابلہ میں، سو اس کا تدارک تو غیر اختیاری ہے اور اکتساب (۱) کو اس میں دخل نہیں اور ایک اپنی نوع کے لحاظ سے اس کا تدارک ہوسکتا ہے اور وہ مکتسب (۲) اور اختیاری ہے۔ اور یہ نقصان مبدل بکمال ہوسکتا ہے (۳) بہر حال عورتوں کو بھی ایک کمال علمی حاصل ہوسکتا ہے جس کو ایمان کہا گیا ہے دوسرا کمال عملی حاصل ہوسکتا ہے جس کو احسان فرمایا گیا ہے۔ اور چونکہ ایمان نام ہے علوم خاصہ کا اور علم مقدم ہوتا ہے عمل پر اس لئے اس کا مقتضا یہ تھا کہ المومنات کو مقدم لایا جاتا، المحصنٰت پر المحصنٰت کو مقدم لانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ علم مطلقاً فی نفسہٖ مقصود نہیں بلکہ اس کا زیادہ حصہ ذریعہ ہے عمل کا اور مقصود علم سے عمل ہی ہے۔

علم و عمل

پس چونکہ اس اعتبار خاص سے عمل مقدم ہے علم پر، اس لئے ''المحصنات'' کو پہلے لائے اور ''المؤمنات'' کو بعد میں یہاں یہ نکتہ ہے مقدم لانے میں۔ اور اعتبار خاص سے میں نے اس لئے کہا کہ دوسرے اعتبار سے علم مقدم ہے عمل پر (۴) وہ یہ کہ بدوں علم کے عمل نہیں ہوسکتا۔ مگر ہیں دونوں ضروری علم بھی اور عمل بھی، یہ نہیں کہ جو شخص عمل نہ کرتا ہو وہ علم بھی حاصل نہ کرے، جیسا بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ جب عمل ہی نہیں ہوسکتا تو احکام جاننے سے وعظ سننے سے کیا فائدہ، بات یہ ہے کہ جب دونوں فرض ہیں تو جس نے علم حاصل کیا گو عمل نہ کیا تو وہ ایک ہی جرم کا مجرم ہوا، کیونکہ اس نے ایک ہی ضروری چیز کو چھوڑا اور جس نے علم بھی حاصل نہ کیا وہ دو

(۱) اپنے عمل کو (۲) اس کو عمل کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے وہ اختیاری ہے (۳) یہ نقصان کمال میں تبدیل ہوسکتا ہے (۴) علم کا درجہ عمل سے پہلے ہے اس لئے کہ بغیر علم کے عمل نہیں ہوسکتا۔

جرم کا مجرم ہوا کیونکہ اس نے دو ضروری چیزوں کو ترک کیا اور اس کا یہ عذر مقبول نہ ہوگا کہ علم اس لئے حاصل نہیں کرتا کہ علم سے پھر عمل کرنا پڑے گا کیونکہ عمل تو پھر بھی فرض ہی رہے گا۔

ایک جاہل کی حکایت

اس جاہلانہ عقیدہ پر ایک حکایت یاد آئی ایک شخص نے مسئلہ سنا تھا کہ چاند دیکھ کر روزہ فرض ہوجاتا ہے۔ آپ گھر کے اندر گھس کر بیٹھ رہے کواڑ بند کر لئے کہ نہ چاند دیکھوگا نہ روزہ فرض ہوگا۔ کئی روز وہیں گزر گئے وہاں ہی کھانا وہاں ہی ہگنا۔ بی بی پائخانہ اٹھاتے اٹھاتے تنگ ہوگئی، بس ہاتھ پکڑ کر نکال باہر کیا جنگل میں آپ پہنچے قضائے حاجت کی ضرورت ہوئی تالاب کے کنارہ پر پہنچے سر جھکائے ہوئے تھے کہ کہیں چاند نظر نہ پڑجائے بیچارہ اتنا جانتا نہ تھا کہ پانی کے اندر عکس ہوتا ہے تالاب کے کنارہ بیٹھے تو پانی میں چاند پر نظر پڑی اور روزہ فرض ہوگیا آپ کہتے بھلے ہیں ہم تو تجھے دیکھتے نہیں تو زبردستی آنکھوں میں گھسا جاتا ہے پس جیسے اس نے سمجھا تھا کہ جو چاند نہ دیکھے روزہ فرض نہیں ہوتا ایسے ہی بعضے لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر علم حاصل نہ کریں گے تو عمل ہی فرض نہ ہوگا۔ سو یاد رکھئے کہ فرض دونوں چیزیں ہیں، علم بھی عمل بھی اور اس اعتبار سے علم کا حاصل کرنے والا گو اس نے عمل نہ کیا ہو اس سے اچھا ہے جس نے علم و عمل دونوں حاصل نہ کئے ہوں ہاں زیادہ مقصود بے شک عمل ہے اور اسی وجہ سے ''المحصنات'' کو مقدم لائے ''المومنات'' پر گویا اس میں عمل کی مقصودیت کی طرف اشارہ کردیا کہ ہم یہاں اس کو اس لئے مقدم کرتے ہیں کہ عمل کو زیادہ مقصود سمجھو اور اس میں رد ہوگیا ان لوگوں کا جو محض تعلیم ہی کو مقصود سمجھتے ہیں اور عمل کا اہتمام نہیں کرتے۔ چنانچہ بعض لوگ علم دین حاصل کرکے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑا

کمال حاصل کرلیا میں نے اس مزاق کے علماء دیکھے ہیں کہ بس علم حاصل کرکے اپنے کوسب کچھ سمجھنے لگتے ہیں اور سارے مسلمانوں کو ہیچ در ہیچ سمجھتے ہیں اور ان کو ناز ہوتا ہے اپنے علم پر حق تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ﴾ کہ ''جو علم ان کے پاس تھا اس پر اترانے لگے''۔

نصابِ تعلیم نسواں

اور خاص کر عورتیں جو ذرا بھی تعلیم یافتہ ہوجاتی ہیں ان کے ناز کا تو انتہا ہی نہیں رہتا حالانکہ ان کا نصاب علمی بس یہ ہے کہ قرآن شریف پڑھ لیا اس کے بعد اگر بہت معراج ہوئی تو قرآن شریف کے ترجمہ کا شوق ہوا مگر نرے ترجمہ سے کیا ہوتا ہے تاوقتیکہ کوئی عالم تفسیر نہ بتلائے بس عورتیں اتنا پڑھ کر عالم فاضل ہوگئیں۔ سمجھنے لگیں کہ ہم بھی کچھ ہیں اس کے بعد وہ یہ کرتی ہیں کہ اردو کی کتابیں خرید لیں ناول خرید لئے، معجزہ آل نبی خرید لیا، خدا جانے یہ کس نے گھڑا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت اس میں تو اہانت ہے ان کی، اس میں لکھا ہے کہ آپ کے یہاں ایک فقیر آیا تھا آپ نے اپنے صاحبزادوں کو ہبہ کردیا تھا۔ محض مہمل قصہ ہے۔ مگر چھپا ہوا موجود ہے عورتیں شوق سے منگاتی ہیں سمجھتی ہیں کہ اس میں بڑا ثواب ملتا ہے، بزرگوں کے قصے ہیں مصنف بندہ خدا نے یہ نہ سوچا کہ آزاد شخص پر یہ تصرف کب صحیح ہے اور خود حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی بھی اہانت ہے (۱) کہ ان کو غلام بنایا گیا اور بہت سے اسی قسم کے قصے ہیں۔ ساپن نامہ، درخت کا معجزہ، ایک چہل رسالہ چھپا ہے، اس میں ایسے ایسے بیہودہ قصے ہیں جن کا سر نہ پاؤں اور پھر تعریف یہ کہ بعضے قصوں کی نسبت لکھ دیا ہے کہ جو انکو پڑھے گا، اس پر دوزخ کی آنچ حرام ہوجاوے گی۔ یا یہ

(۱) امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی بھی توہین ہے۔

عورتیں نعت کی کتابیں منگاتی ہیں اور ان میں کہیں خود حضور ﷺ کی شان میں گستاخی ہوتی ہے، کہیں حق تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہوتی ہے، گویا ان مداحین کو ساری شریعت معاف ہوگئی جس کی شان میں چاہا گستاخی کردی، رسول کی شان میں، اللہ کی شان میں، غرض ان کتابوں میں بہت سے اشعار خلاف شریعت ہیں جن کا پڑھنا بھی جائز نہیں غرض یہ نصاب ہے عورتوں کی تعلیم کا اس نصاب پر ناز ہے اور اگر نصاب کامل بھی ہوتا تو بھی ناز کرنا کہاں زیبا تھا چہ جائیکہ نصاب بھی ایسا پاکیزہ اور علم پر ناز ہی کیا، اتنا تو سمجھنا چاہئے کہ ہر جاننے کا کوئی نتیجہ بھی تو ہوتا ہے ایک شخص کہتا ہے کہ میں تجارت کے طریقے جانتا ہوں مگر اس پر عمل نہیں کرتا تو ایسے شخص پر تو زیادہ حسرت ہوتی ہے۔

ضرورت عمل

خوب سمجھنا چاہئے کہ نرے علم پر ناز کرنا ہی نادانی ہے اور اگر اس پر عمل ہوا تو وہ عمل ہی ناز کے ترک کو مستلزم ہے [1] خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ نے ''المحصنات'' کے تقدم سے [2] بتلادیا کہ نرا علم کچھ مفید نہیں اور علم کے ناکافی ہونے کی تقریر کی ایک فرع ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے آج کل اس مزاق کے لوگ نرے علم کو کافی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بہت لوگ اس مزاق کے بھی ہیں کہ جو یوں کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے جو کہ ایک فرد ہے علم کی بس سارے اعمال سے سبکدوش ہوگئے اور اس مزاق پر استدلال کرتے ہیں کہ (مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ) [3] ''جس نے لا الہ الا اللہ کہا جنّت میں داخل ہوا'' بس اللہ تعالیٰ کو اور

(۱) عمل کرنے سے علم پر ناز خود بخود ختم ہوجائے گا (۲) المحصنات کو پہلے ذکر کرکے بتادیا کہ صرف علم بغیر عمل کے مفید نہیں (۳) المعجم الکبر للطبرانی: ۵۵/۷ ، مجمع الزوائد: ۱۸/۱ الترغیب والترھیب للمنذری: ۴۲۲/۲۔

اس کے رسول کو سچا سمجھئے پھر جو چاہے کرے میں کہتا ہوں یہ بتلایئے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی رحیم ہے؟ جواب بھی یہی ہوگا کہ نہیں، رسول سے بڑھ کر کوئی شفیق ہے؟ جواب یہی ہوگا کہ نہیں، جب یہ ہے تو معاملہ رحمت وشفقت کا اثر تو یہ ہونا چاہئے کہ ایسے شفیق ورحیم کا بتلایا ہوا کام کوئی دشوار سے دشوار بھی نہ ٹالا جاوے (۱) نہ یہ کہ سارے احکام کو بالائے طاق رکھ دیا جاوے۔ (۲) اچھی قدر کی خدا کی رحمت اور رسول کی شفقت کی۔ ایک مقدمہ اور سنئے طبیب کامل شفیق وہ ہے جس کو نسخہ سہل لکھنے میں مہارت ہو بلکہ جنگل کی دوا سے علاج کرتا ہو جس قدر سہولت کی رعایت ہوگی وہ دلیل ہوگی کمال اور شفقت اور رحمت کی۔ جب یہ سمجھ گئے تو سنئے کہ آسان طریقہ تو یہ تھا کہ نہ نماز کی ضرورت ہوتی، نہ زکوٰۃ کی، نہ حلال وحرام کے اہتمام کی، نہ رشوت چھوڑنے کی، نہ تکبر چھوڑنے کی، بس لا الٰہ الا اللہ کہہ کر نہایت آزادی کے ساتھ زندگی بسر کیا کرتے یہ نہایت سہل طریقہ تھا۔ اور اگر حضور ﷺ اس کو تجویز فرماتے تو لوگ نہایت آسانی سے اسلام قبول کر لیتے مگر باوجود اس کے آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اعمال کی بھی تاکید اور تعلیم فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ صرف لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کافی نسخہ نہیں ہے دوسرے اجزاء کی بھی ضرورت ہے۔

اہمیت نماز

مگر آج کل اہل الرائے کی عجیب حالت ہے چنانچہ ایک شخص نے یہاں تک رائے دی کہ اگر سب علماء مل کر نماز کو اسلام سے خارج کردیں تو اسلام کو بہت ترقی ہو، اور اس کے باقی رکھنے سے اسلام کی ترقی رک رہی ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص سنتا ہے کہ اسلام لا کر نماز گلے مَڑھی جائے گی تو وہ اسلام لانے سے رک جاتا

(۱) مشکل سے مشکل کام کرنے کو بھی تیار رہنا چاہئے (۲) سارے احکام ترک کردئے جائیں۔

ہے، بہت سے لوگ اسلام لانے پر آمادہ ہیں مگر نماز کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی اس لئے اس کو حذف کر دینا چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ واقعی ظاہر میں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز نہ ہوتی تو مسلمان ہونا کچھ بھی مشکل نہ تھا بہت سہل ہوتا، مگر باوجود اس کے پھر کیا وجہ ہے کہ نماز فرض فرمائی گئی اور اس کے تارک پر وعید ارشاد فرمائی اور وعید بھی ایسی ویسی نہیں بلکہ یوں فرمائی: (مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ)(۱) کہ جس نے عمداً نماز کو چھوڑا تو وہ کافر ہوگیا۔ یہاں ایک بات سمجھئے کہ مولویوں کی عجیب کم بختی ہے کہ جب وہ اس قسم کا مضمون بیان کرتے ہیں تو لوگ ان کو یوں کہتے ہیں کہ بس جی ان کو تو کافر بنانا آتا ہے، بھائی یہ تو رسول کا فتویٰ ہے مولویوں کے گھر کی تو بات نہیں اور اگر کہو کہ حدیث کوئی چیز نہیں چنانچہ ایسے لوگوں میں سے بعض اس کے بھی قائل ہیں تو صاحبو! قرآن شریف کا سیاق وسباق بھی تو تارکِ نماز کو مشرک بتلا رہا ہے چنانچہ ارشاد ہے: ﴿اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ”نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو“

تو کیا قرآن شریف کو بھی حجت نہ کہا جاوے گا؟ حاصل یہ ہوا کہ اس درجہ جو نماز کی تاکید کی گئی، یا حج وزکوٰۃ کی تاکید کی گئی ہے اور ان کے بارے میں وعید سنائی گئی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محض ایمان لانا کامیابی کے لئے کافی نہیں۔

”جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا جنت میں جائے گا“ کا مطلب

بلکہ (مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) کے یہ معنی ہی نہیں کہ کوئی عمل نہ کرے بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس کا بھی اقرار کرے اور اس کے مقتضاء پر عمل بھی کرے کیونکہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ (الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمه) ”جب کوئی شئی ثابت ہوتی ہے تو

(۱) اتحاف السادة المتقین: ۳/۱۰ کنز العمال: ۵۰۰۸۔

اس کے لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے''

اور اس قاعدے میں کسی عاقل کو کلام نہیں بالکل ظاہر بات ہے میں اس کے متعلق چند مرتبہ مثالیں پیش کر چکا ہوں، ایک بہت ظاہر مثال اس وقت بھی عرض کرتا ہوں مثلاً کسی شخص کا نکاح کیا جاتا ہے اور اس کو کہا جاتا ہے کہ تم نے فلاں لڑکی کو اتنے مہر پر قبول کیا، وہ کہتا ہے قبول کیا ظاہر ہے کہ اس کے معنی بلاشبہ یہی ہوتے ہیں کہ میں نے مکان دینا بھی قبول کیا، کھانا کپڑا بھی قبول کیا، اور بھی تمام اخراجات بی بی کے قبول کئے اور یہ معنی اس قاعدہ کی بناء پر ہیں کہ (اَلشَّیْءُ اِذَا ثَبَتَ ثَبَتَ بِلَوَازِمِہٖ)۔

اب فرض کیجئے کہ یہ شخص ناکح (۱) اس مزاق کا تھا کہ (مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) کے محض لفظی معنی کا قائل تھا نکاح کے چند روز بعد ماں باپ نے علیحدہ کر دیا کہ کماؤ کھاؤ جب علیحدہ ہوئے تو بی بی نے کہا میاں گھی چاہئے آٹا چاہئے دسوں قسم کے جھگڑے بتلا دیئے اس نے سن کر کہا نکاح میں یہ کب ٹھہرایا تھا کہ یہ بھی لاؤں گا اور وہ بھی لاؤں گا اس کا تو ذکر تک بھی نہ ہوا تھا نہ اس کو میں نے قبول کیا تھا غرض تکرار بڑھا سارا محلّہ جمع ہوگیا۔ میں ان صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کے سامنے ایسے شخص کا مقدمہ پیش ہو اور آپ جج ہوں تو آپ کیا فیصلہ کریں گے۔ ظاہر ہے کہ آپ یہی فیصلہ کریں گے کہ یہ جملہ ضروریات اس کے ذمہ ہیں اور کسی عورت کو نکاح میں قبول کرنے کے معنی یہی ہیں کہ میں نے آٹا لانا بھی قبول کیا کھانا کپڑا دینا بھی قبول کیا جملہ ضروریات قبول کیں نکاح کے قبول کرنے میں یہ سب چیزیں بھی آ گئیں بس اسی طرح لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی سمجھ لو کہ جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کیا تو اسی میں یہ سب اقرار بھی آ گئے کہ نماز بھی پڑھوں گا روزہ بھی

(۱) نکاح کرنے والا آدمی۔

رکھوں گا زکوٰۃ بھی دوں گا حج بھی کرونگا تمام احکام کا اقرار اسی میں آگیا۔ اب حدیث میں جو ہے دخل الجنة کہ وہ شخص جنت میں داخل ہوگا تو یہ بالکل صحیح ہے اس پر اگر کوئی یوں شبہ کرے کہ اس حدیث میں یہ بھی تو ہے: وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ کہ جس نے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کہہ لیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ زنا اور چوری کرے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر چاہے جو کرے سمجھ لیجئے کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ ان افعال پر اصرار نہ کرے یعنی اگر گناہ بھی ہو جاوے تو توبہ کر لے کیونکہ توبہ بھی تو لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کے اقرار میں داخل ہے۔ بس توبہ کے بعد پھر پہلی حالت ہو جاوے گی اور یہ معنی نہیں کہ فقط لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ کہہ کر فارغ ہو گئے اور کچھ ذمہ ہی نہیں رہا۔ مگر بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایمان لا کر کسی چیز کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ بعضے صرف مسلمان کے گھر پیدا ہونے کو ہی کافی سمجھتے ہیں اور بعض کو خود اس ایمان کی بھی خبر نہیں کہ کیا چیز ہے؟۔

اہمیت دین

صاحبو! اس بے خبری کا علاج سیکھنا ہے جو دین سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے مگر افسوس آج کل ادنیٰ درجہ کی چیزیں تو سیکھی جاتی ہیں مگر دین نہیں سیکھا جاتا۔ اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ حتی الامکان دین کے سکھانے والے ایسے تجویز کئے جائیں جو خود بھی دین رکھتے ہوں اپنے کو ان کے سپرد کرنا چاہئے۔ دیکھئے مدارس دنیوی میں لوگ تعلیم کے متعلق سب باتیں استاد کے سپرد کرتے ہیں اور جس چیز کا جو کورس ہے اس میں اسی کو وکیل بناتے ہیں مگر اس قاعدہ پر عمل نہیں کرتے تو دین کے باب میں نہیں کرتے اور پورا دین سیکھنے ہی سے ایمان بھی پورا ہوتا ہے تھوڑے دین کے سیکھنے سے ایمان بھی پورا نہیں ہوتا کہ وہ محض لفظی ایمان ہوگا اور ایمان لفظی کیا کام

دے سکتا ہے مگر حضرت اس وقت وہ حالت ہے: (لَا یَبْقٰی مِنَ الدِّیْنِ اِلَّا اِسْمُہٗ)(۱) سو حق تعالیٰ نے اس آیت میں ''المحصنات'' کو مقدم کر کے اشارہ اس طرف کیا ہے کہ فقط ایمان پر قناعت کرنا بدوں عمل (۲) کے کافی نہیں ہے، اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص بغاوت کرتا ہو، بم کے گولے چھوڑتا ہو، مگر گورنمنٹ کو بھی مانتا ہو، کیا خوشنودی سلطنت وامن وعافیت کے لئے محض یہ مان لینا بدوں اطاعت کے کافی ہو جاوے گا۔ سب جانتے ہیں کہ کافی نہیں ہوسکتا تو حق تعالیٰ کی جانب میں بھی یہ مان لینا کیسے کافی ہوگا جب تک عمل نہ ہو۔ یہ نکتہ تھا ''المحصنات'' کے مقدم کرنے میں ''المؤمنات'' پر غرض حق تعالیٰ ان دونوں کلموں میں قوت علمیہ وعملیہ دونوں کو بیان کررہے ہیں یہ حاصل ہوا اس بیان کا۔

علم سے مراد علم دین ہے

اب صرف اس کی ضرورت رہ گئی کہ اس علم اور عمل کی فہرست بیان کردی جائے پس سنئے کہ علم سے مراد علم دین ہے علم دنیا نہیں اور اس کے یہ معنی نہیں کہ علم دنیا کی ممانعت ہے جس چیز کی ضرورت واقعی ہو اس کو کتاب وسنت منع نہیں کرتی بلکہ اگر دین کی نیت سے سیکھے تو وہ دنیا بھی دین ہی ہوجاتی ہے البتہ وہ دین لغیرہ ہے (۳) اپنی ذات میں دین نہیں ہے یہ اس وجہ سے عرض کردیا بعضی ذہین بیبیاں سن کر بہت خوش ہوں گی کہ یہ تو بڑی اچھی بات بتلائی کہ دنیا میں بھی دین ہوجاتا ہے نیت سے۔ بس وہ کفایت کرلیں گی کھانے پکانے پر اور خانہ داری کے کام پر اور سمجھ لیں گی کہ بس دین کا کام تو کرہی لیا، اب آگے کیا ضرورت رہی نماز وغیرہ کی۔ اس لئے میں نے کہا ہے کہ یہ چیزیں اپنی ذات میں دین نہیں ہیں، یہ اعمال نماز روزہ کے قائم مقام نہ ہوں گے بعض اسی کو بڑی عبادت سمجھتی ہیں کہ گھر کا کام کرلیا شوہر کو آرام

(۱) دین کا فقط نام ہی باقی رہ جائے گا (۲) بغیر عمل (۳) کیونکہ دین پر عمل کرنے کے لئے سیکھ رہا ہے اس لئے دین ہے اپنی ذات میں دین نہیں۔

پہنچادیا خانہ داری کا بندو بست کرلیا بس آگے اور کچھ نہیں، بہت سی ایسے مزاق کی بھی ہیں خوب سمجھ لیجئے۔ کہ نماز روزہ تو اپنی ذات میں دین ہے اور یہ چیزیں اپنی ذات میں دین نہیں بلکہ یہ ملحق بہ عبادت ہو[1] جاتی ہیں قائمقام نہیں ہوسکتیں کجاوہ (نماز روزہ) کجایہ (خانہ داری کا کاروبار) مگر ہاں دین ہے ایک خاص اعتبار سے اب رہی یہ بات کہ وہ نیت کیا ہوگی جس سے یہ چیزیں عبادت ہوسکیں تو نیت یہ ہوگی کہ ہم شوہر کی خدمت کریں گے اس کو آرام پہنچائیں گے تو اس کا حق ادا ہوگا بس اس نیت سے دنیا دین ہوجاوے گی۔ اسی طرح تعلیم دنیا بھی اگر دین کی نیت سے ہوتو وہ بھی دین ہوجاتی ہے مگر محض اس تعلیم پر کفایت نہ کرنا چاہئے۔

بچوں کو دینی تربیت کا طریقہ

تم کو اصل ضرورت علم دین کی ہے اب میں اس کی فہرست بتلاتا ہوں سب سے پہلے بچہ کو کلمہ شریف سکھادو خواہ ایک ہی کلمہ ہو جس کو عورتیں بہت آسانی سے سکھاسکتی ہیں، نیز بچہ کو زبانی تعلیم احکام کی بھی دیتی رہو، مثلاً اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا اور یہ بتلانا کہ اللہ تعالیٰ ہی روزق دیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی جو صفات ہیں وہ بتلاؤ مثلاً سب چیزوں کو انہوں نے پیدا کیا ہے وہی مارتے ہیں وہی جلاتے ہیں ان کو خبر ہے تمام چیزوں کی اگر بچہ شرارت کرے تو کہو کہ اللہ میاں خفا ہوں گے۔ جو جو علوم ان کے مناسب ہیں عورتیں ان کے ذہن میں خوب ڈال سکتی ہیں بار بار کہتے رہنے سے بچہ کو یقین ہوجاوے گا کہ خدا تعالیٰ کو سب چیز کی خبر ہے۔ عورتوں کو چاہئے کہ ان کے خیالات درست کریں اس کے بعد جب ان کو اور ہوش ہوتو چھوٹی چھوٹی سورتیں قرآن شریف کی یاد کرادیں جب سات برس کے ہوں تو نماز

(۱) عبادت کے ساتھ مل کر نیت کی وجہ سے باعث ثواب ہوجاتی ہیں۔

پڑھنے کا طریقہ بتلادیں دس برس کی عمر میں مار کر پڑھوائیں اب تو نماز کے بارے میں کوئی بھی کچھ نہیں کہتا اگر کوئی بچہ امتحان میں فیل ہوجاوے تو اس پر تو افسوس ہوتا ہے لیکن نماز اگر برس روز (۱) تک بھی نہ پڑھے تو ذرا بھی افسوس نہیں ہوتا۔

احکام دین کی حفاظت سب کی ذمہ داری ہے

زبان حال سے اسلام شکایت کررہا ہے کہ افسوس میری طرف بالکل توجہ نہیں رہی میں تم کو غیرت دلاتا ہوں یہ بتلایئے کہ اس کی حفاظت آپ کے ذمہ ہے یانہیں؟ اگر ہے تو کیوں نہیں کی جاتی کیا نصارا و یہود اس کی حفاظت کریں گی یا مجوس و ہنود اس کی حمایت کریں گے جب اپنے اسباب کی مالک ہی (۲) حفاظت نہ کرے تو اور کون کریگا۔ شاید یوں خیال ہوگا کہ مولوی تو اس کی حفاظت کررہے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ دین کیا صرف مولویوں کا ہے تمہارا نہیں ہے ظاہر ہے سب ہی کا ہے جب سب کا ہے تو وہ ایک جائداد مشترک ہوا، اور ظاہر ہے کہ جو جائداد مشترک ہوتی ہے اس کی حفاظت جملہ شرکاء کے ذمہ ہوتی ہے تو پھر اس مشترک جائداد کی سب کیوں نہیں حفاظت کرتے، خاص کر جبکہ حفاظت آسان بھی ہو اور حفاظت یہ ہے کہ اس کی ضروریات کی پابندی کرو سو یہ کیا مشکل ہے اور اگر مشکل ہے تو ایسی مشکل ہے جیسے ایک معمولی کام کا اگر ارادہ نہ کرو تو وہ مشکل نظر آتا ہے۔

ارادے کا کمال

سو، ارادہ نہ کرنے سے ہر کام مشکل معلوم ہونے لگتا ہے چنانچہ اگر کسی شخص کو آدھی رات پیاس لگے اور اس وقت ہمت نہ ہو اٹھ کر پانی پینے کی کہ اس وقت کہاں جاے اور اس لئے پیاسا پڑا رہے فرض کیجئے اگر اسی وقت اتفاق سے کلکٹر کا اردلی آیا اور کہا کہ صاحب کلکٹر کو آپ سے خاص بات کہنی ہے اور اسی وقت بلایا ہے اور

(۱) نماز اگر سالوں بھی نہ پڑھے (۲) جب اپنے سامان کی مالک ہی حفاظت نہ کرے۔

وقت بھی ایسا کہ بارش ہورہی ہے اور بجلی چمک رہی ہے یہ صاحب وہی ہیں کہ چار قدم بھی پانی پینے کو نہیں جاسکتے تھے مگر یہی وہ ہیں کہ باران کوٹ پہن (۱) سوار ہوکر چلدیئے اور ایک میل پہنچے اور جب وہاں سے آئے تو خوش بہ خوش فخر کرتے ہوئے آئے کہ ہم سے صاحب کلکٹر نے مشورہ لیا۔ اسی کا تذکرہ ہے، اسی کا چرچا ہے، ان ہی کو پہلے چار قدم جانا مشکل تھا اور اب آٹھ فرلانگ چلے گئے آخر اس میں تفاوت کیا ہے؟ بس بات یہی ہے کہ چار قدم جانے کا تو ارادہ نہ تھا اور ایک میل جانے کا ارادہ ہوگیا ارادہ نہ کرنے سے وہ مشکل ہوگیا اور ارادہ کرنے سے یہ آسان ہوگیا۔ کبھی سردی میں سفر کا ارادہ ہوتا ہے تو حالت یہ ہوتی ہے کہ ہاتھ پاؤں ٹھٹھرے ہوئے ہیں گلے جاتے ہیں مگر سفر کررہے ہیں، بات یہ ہے کہ ارادہ نہیں کرتے دین کا اس لئے دین مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بس چونکہ ہم میں ارادہ نہیں اس لئے نماز جیسی آسان چیز بھی مشکل معلوم ہوتی ہے حاصل یہ کہ بچوں کی تعلیم کی ابتداء نماز سے کی جائے اور اس کو عادت ثانیہ بنایا جائے جب بچہ دس برس کا ہوجائے اور نماز نہ پڑھے تو اس کو مارو پیٹو۔ غرض بچپن ہی میں نماز کا طریقہ تعلیم کردو، جب سیانا ہوجاوے لڑکی ہو یا لڑکا اس کو علم دین پڑھائیں، قرآن شریف بڑی چیز ہے کسی حالت میں ترک نہ کرنا چاہئے یہ خیال نہ کرے کہ وقت ضائع ہوگا۔

حقیقت قرآن حکیم

اگر قرآن شریف سارا نہ ہو آدھا ہی ہو، یہ بھی نہ ہو ایک ہی منزل پڑھادی جاوے اخیر کی طرف سے، اس میں چھوٹی چھوٹی سورتیں نماز میں کام آئیں گی اور قرآن شریف کی یہ بھی برکت ہے کہ قرآن کے حافظ کا دماغ ایسا مناسب ہوجاتا ہے

(۱) برساتی پہن کر۔

دوسرے علوم کے لئے کہ دوسروں کا نہیں ہوتا یہ تجربہ ہے رات دن کا۔ صاحبو! بھلا ایک منزل پڑھانے میں کیا وقت صَرف ہوتا ہے۔

بغیر معنی سمجھے قرآن پڑھنے کا فائدہ

آج کل قرآن شریف کے پڑھانے میں ایک اور بہانہ کیا جاتا ہے کہ اس طرح پڑھانے سے یعنی بے معنی طوطے کی طرح پڑھانے سے کیا فائدہ؟ میں کہتا ہوں کہ اگر اسی طرح پڑھانے سے کسی بڑے عہدہ کا وعدہ ہوجائے تو انعام کی توقع کے بعد بھی کیا کوئی صاحب یوں کہیں گے کہ کیا فائدہ اور پھر معنی ہی میں فائدہ کو منحصر سمجھنا خود یہی غلط ہے، کیا ثواب فائدہ نہیں ہے؟ سو اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کے پڑھنے میں ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں تو کیا نیکی روپیہ سے بھی گئی گزری ہے مگر نیکی وہ سکہ ہے جس کی قیمت دنیا میں معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ سکہ دوسرے ملک میں چلتا ہے۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو کہتے ہیں ؎

قیامت کہ بازار مینو نہند مراتب باعمال نیکو دہند
کہ بازار چند انکہ آگندہ تر تہی دست را دل پراگندہ تر

''قیامت کے دن کہ بازار لگائیں گے نیک اعمال کے مطابق مراتب عطا کریں گے، بازار جس قدر بھرا ہوا اور پر رونق ہوگا تہی دست کا دل زیادہ پراگندہ ہوگا''۔

غرض آخرت میں ایک بازار لگایا جائے گا اور وہ سکہ وہاں چلے گا۔ پھر تو جس کے پاس یہ سکہ نہ ہوگا اس کی یہ حالت ہوگی تہی دست را دل پراگندہ تر، پاس کچھ نہیں مارے مارے پھر رہے ہیں، کوئی پوچھتا ہی نہیں اس وقت قدر ہوگی اس سکہ کی، سو دیکھئے کتنا بڑا انعام ہے کہ ایک حرف پر دس نیکی اسی کو تو کہتے ہیں ؎

خود کہ باید این چنیں بازار را کہ بیک گل می خری گلزار را

''ایسا بازار کہاں مل سکتا ہے کہ ایک پھول کے بدلہ میں چمن کو خریدے''

ہاں اگر مسلمان ہو کر یہ کہہ دیں کہ آخرت میں بھی ضرورت نہ پڑے گی تو بس صبر آجاوے پھر ان کو خطاب ہی نہ کیا جاوے لیکن ضرورت بھی مانتے ہیں اور پھر محض لفظ ہی لفظ ہیں اس سے جی کڑھتا ہے صبر نہیں آتا۔ غرض قرآن شریف ضرور پڑھنا چاہئے۔

اہمیت صحبت

اس کے بعد ضرورت اس کی ہے کہ اگر کوئی شخص فارغ صاحب ثروت نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور چاہئے کہ مکمل نصاب اردو کا پڑھ لے اور اس نصاب کے لئے اس وقت اردو میں کافی ذخیرہ موجود ہے علماء سے اس کو منتخب کرا کر آدھا دن دین کی تعلیم کے لئے اور آدھا دنیا کی تعلیم کے لئے مقرر کر لیں مگر یہ ضرور ہے کہ تعلیم ایسے شخص سے ہو جو مذہبی آدمی ہو اور یہ خیال نہ کیجئے کہ ایسی معمولی استعداد سے جو اردو پڑھنے سے حاصل ہوگی کیا فائدہ؟ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ قلب میں دین کی عظمت پیدا ہو جاوے گی اور رگ و ریشہ میں دین رَچ جاوے گا خصوصًا بچوں کو ایسے لوگوں کے سپرد کیجئے جو بے طمع خوش اخلاق لوگ ہوں۔ چنانچہ پہلے زمانہ میں جو مکتبی تعلیم کا طریقہ تھا بہت ہی اچھا طریقہ تھا ان کی صحبت کا یہ اثر دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ پرانے مکتب میں پڑھے ہوئے ہیں ان کے قلب میں بزرگوں کی دین کی عزت اور عظمت ہے جس کا نئی تعلیم میں نام و نشاں بھی نہیں، وجہ یہ کہ نری زبان سے کچھ نہیں ہوتا جب تک قلب کے اندر کوئی بات پیدا نہ ہو اور دل میں پیدا نہیں ہوتی جب تک صحبت نہ ہو اس لئے صحبت کی بڑی ضرورت ہے خواہ کتابیں تھوڑی ہی پڑھائی جاویں مگر صحبت زیادہ ہو۔

لڑکیوں کی تعلیم کا طریقہ

رہی لڑکیوں کی تعلیم سو اگر گھر کے مرد ذی علم ہوں تو وہ پڑھاویں ورنہ اگر مستورات پڑھی ہوئی ہوں تو خود پڑھائیں ورنہ دوسری نیک بیبیوں سے پڑھوائیں اور نصاب وہی ہوں جو میں نے ذکر کیا ہے اور یہ میری سمجھ میں کسی طرح نہیں آتا کہ زنانہ مکتب قائم کیا جائے جیسے مردانے مکتب باقاعدہ ہوتے ہیں اس باب میں واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان واقعات نے یقین دلا دیا ہے کہ ایسے مکتبوں کا اثر اچھا نہیں ہوتا اور امتحان ہوجانے کے بعد ہمیں وجہ بیان کرنے کی حاجت نہیں جیسا مقناطیس کی کشش کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خاص تعلق کے موقع پر تعلیم ہونا چاہیے لڑکیوں کی، تجربہ سے معلوم ہوا کہ خاص تعلق کے گھر میں جتنی حفاظت ہوتی ہے وہ عام جگہ نہیں ہوسکتی لیکن یہ میری رائے ہے میں فتویٰ نہیں دیتا ہوں۔ اگر تجربہ سے دوسری تجویز مفاسد سے خالی ہو تو اس پر عمل کیا جاوے مگر عورتوں کو تعلیم ضرور دینا چاہیئے لیکن مذہبی تعلیم ،نہ کہ تعلیم جدید اور تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک اور کام بھی کرنا چاہیئے وہ یہ کہ لڑکیاں کسی تعلیم کے خلاف عمل کریں تو ان کو روکو۔ بلکہ ان کے خلاف عمل کرنے پر یوں کرو کہ جب کبھی غیبت کریں کتاب منگا کر اور وہ مضمون دکھلا کر تنبیہ کرو۔ اگر اس طرح سے عمل رہا تو ان شاء اللہ ایسا پاکیزہ نشونما ہوگا جس کا کچھ کہنا ہی نہیں۔

دوسرے گھر یعنی سسرال میں جا کر نیک نامی ہوگی اور یہ بھی مشاہدہ سے سب کو معلوم ہو جاوے گا دینداری ایسی چیز ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اخلاق درست ہوں گے اعمال درست ہوں گے، اس سے زیادہ کیا راحت ہوگی کہ اخلاق بھی درست ہوں اعمال بھی درست ہوں، غرض کافی تعلیم سے دونوں باتیں نصیب

ہوں گی۔ آسائش دین اور آسائش دنیا بلکہ ایسوں سے دوسروں کو راحت ہی پہنچتی ہے کیونکہ ایسے لوگ دشمنوں تک سے بھی مخالفت نہیں کرتے اسی کو کہتے ہیں ۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا　　دلِ دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام　　کہ بادوستانت خلاف ست وجنگ

’’میں نے سنا ہے کہ اہل اللہ نے دشمنوں کے دل کو بھی رنجیدہ نہیں کیا ہے تجھ کو یہ مرتبہ کب حاصل ہوسکتا ہے تو اپنے دوستوں سے بھی اختلاف اور لڑائی رکھتا ہے‘‘

طریق تعلیم ناخواندہ نسواں

بس ان کی تعلیم کا یہ طریقہ ہے اور یہ طریقہ وہاں تو آسان ہے جہاں عورتیں پڑھی ہوئی ہوں اور جہاں پڑھی ہوئی نہ ہوں تو عورتوں پر لازم ہے کہ وہ مردوں سے پڑھانے کی التجا کریں پھر عورتوں کے پڑھانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مردان کو کتابیں سنادیا کریں اس کے متعلق میں ایک کام کی بات بتلاتا ہوں مردوں کو بھی عورتوں کو بھی اور وہ بڑے کام کی بات ہے وہ یہ ہے کہ یہ جو عادت ہے کہ جس کسی کتاب کے ساتھ مولوی کا نام لکھا ہوا پایا اس کتاب کو لے لیا یہ نہ چاہئے دیکھئے دنیا میں اطباء بہت سے ہیں مگر آپ سب کو برابر نہیں سمجھتے ہر کسی کا علاج نہیں کرتے حکیم وہ تجویز کیا جاتا ہے جو باقاعدہ طب پڑھا ہوا ہو اور خدا تعالیٰ نے اس کے ہاتھ میں شفا بھی دی ہو اس کو مریضوں پر شفقت بھی ہو حریص وطماع (۱) بھی نہ ہو۔ اے اللہ حکیم کے واسطے تو آپ نے اتنی صفتیں لگادیں اور دین میں یہ حالت کہ ایک کتاب دیکھی کہ فلاں مولوی صاحب کی ہے بس اسے خرید لیا یہ بحث ہی نہیں

---

(۱) لالچی۔

کہ انہوں نے با قاعدہ کہیں پڑھا بھی ہے وہ اہل فن کے نزدیک معتبر بھی ہیں باقی محض مولوی نام ہونے سے کیا ہوتا ہے۔

حقیقت خطاب

آج کل خطابات بہت سستے ہورہے ہیں یہ حالت ہے کہ جو قدوری (۱) بھی نہیں پڑھا سکتے ان کو مولوی کا خطاب مل جاتا ہے بہت سے شمس العلماء ایسے ہیں کہ اگر ان کے سامنے کوئی چھوٹی سی کتاب بھی پڑھانے کے لئے رکھ دو تو پڑھا نہ سکیں۔ میں تو ایسے لوگوں کو شمس مکسوف (۲) کہا کرتا ہوں تعجب ہے کہ لوگ یہ بھی تو نہیں دیکھتے کہ حکام کا کسی کو کوئی خطاب دے دینا کہاں تک حجت کمال کی ہے، اس پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی، ایک نائی کسی بادشاہ کی حجامت بنایا کرتا تھا، ایک دفعہ وہ اپنے وقت پر حجامت کے لئے نہ پہنچا۔ بادشاہ انتظار کرکے سورہے نائی گیا تو خبر ملی کہ بادشاہ سورہے ہیں وہ یہ سن کر فکر میں پڑ گیا کہ نہیں معلوم بیدار ہونے کے بعد کیا حکم دیں اس نے دربان سے سازش کرکے سوتے ہی میں حجامت بنادی کہ بادشاہ کو خبر بھی نہ ہوئی، بادشاہ نے اٹھ کر آئینہ میں جو خط بنا ہوا پایا پوچھا تو معلوم ہوا کہ سوتے میں بنا گیا ہے اس پر بادشاہ نے خوش ہوکر نائی کو استاد کا خطاب عطا کیا۔ یہ خبر جب پھیلی تو اس نائی کے یہاں برادری کی عورتیں جمع ہوئیں اور اس کی نائن سے کہا (۳) کہ بہن تجھے مبارک ہو بادشاہ نے تیرے میاں کو استاد کا خطاب دیا ہے۔ نائن نے سن کر کہا کہ یہ تو کوئی خوشی کی بات نہیں بادشاہ نائی تھوڑا ہی ہے جو فن کو جانتا ہو خوشی کی بات تو جب تھی کہ اپنے چار بھائی مل کر خطاب دے دیتے۔ بادشاہ کا خطاب دینا معتبر تھوڑا ہی ہے جبکہ وہ اس پیشہ ہی کو نہیں جانتا،

(۱) فقہ کی ایک کتاب کا نام ہے (۲) گہن لگا سورج (۳) نائی کی بیوی۔

واقعی یہ ہے کہ اس نائن کی عقل ہم سے زیادہ تھی۔ تو گورنمنٹ کے خطاب دینے سے کسی کو شمس العلماء سمجھ لینا محض حماقت ہے گورنمنٹ خود ہی شمس العلماء نہیں ہاں شمس السلاطین کہہ دو تو خیر، کھلم کھلا دیکھتے ہیں کہ ایسے لوگ صرف ونحو بھی پوری نہیں جانتے خدا کے واسطے ذرا حس درست کیجئے۔

علماء کی ناقدری

اور جس طرح بعضوں نے تو غیر واقعی مولویوں کو مولوی سمجھ لیا بعضوں نے واقعی مولویوں کو بھی مولوی نہ سمجھا انہوں نے یہاں تک حد سے تجاوز کیا ہے کہ سارے ہی مولویوں کو بے ایمان سمجھ لیا۔ کیا سارے مولوی تمہارے نزدیک بے ایمان ہیں؟ بات یہ ہے کہ آپ نے ان مولویوں کو دیکھا ہے جو آپ کے دروازوں پر آتے ہیں۔ کبھی آپ نے ان کی بھی تلاش کی ہے جو کسی کے دروازوں پر نہیں جاتے۔ اگر آپ ان کو تلاش کرتے تب آپ کو ان کا حال معلوم ہوتا آپ کو خبر ہی نہیں کہ مولوی کیسے ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ گئے ہی نہیں سو ذرا ان کو تلاش کرلو جیسا مولانا کہتے ہیں ؎

خواب را بگذار مشب اے پدر یک شبے در کوئے بے خواباں گزر

”آج رات خواب (نیند) چھوڑ کر بے خوابوں میں بسر کر“

یعنی تلاش کرنے سے معلوم ہوگا کہ نہ سونے والوں میں کیسے کیسے ہیں مگر کبرونخوت تلاش سے مانع ہے (۱) اس کو چھوڑ و تو وہ ملیں اور اس وقت یہ مضامین سمجھ میں آویں جو عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

مبیں حقیر گدایانِ عشق راکیں قوم شہان بے کمروخسروان بے کار اند

---

(۱) تکبر وغرور علمائے حق کی تلاش میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

گدایانِ عشق کو حقیر نہ سمجھو کہ یہ لوگ بے تاج وتخت اور بے پٹکے کے بادشاہ ہیں''

اور فرماتے ہیں ؎

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں ۔۔۔ کہ ناز بر فلک و حکم برستارہ کنم

''میں گدائے میکدہ ہوں لیکن مستی کے وقت فلک پر ناز اور ستارے پر حکم کرتا ہوں''

مگر ان کے پاس قیمتی کپڑے نہ ہوں گے نہ انگریزی لباس ہوگا ان دونوں سے عریاں ہوں گے ان میں بناوٹ نہ ہوگی اور ان کو جب اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں تو کپڑے وغیرہ کی تو کیا ہوگی ان کی تو یہ حالت ہے ؎

آنکس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند ۔۔۔ فرزند عزیز خاں و ماں راچہ کند

''جس کو آپ کی معرفت حاصل ہوگئی اس کو جان اور فرزند اور مال و اسباب کی پرواہ نہیں''

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ پھٹے ہوئے کپڑوں میں مستغنی ہیں بس ایسے لوگوں سے رجوع کیجئے۔

مربی کی ضرورت واہمیت

اس کے ساتھ میں ایک اور کام کی بات بتلاتا ہوں، یہ تو ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے ایمان کی حفاظت کرنا چاہتا ہے اور اس کے ذمہ بھی ایمان کی حفاظت ہے سو ایمان کی حفاظت تجربہ سے آج کل اسی میں ہے کہ کسی ایک عالم متبع سنت کو اپنا مقتدا اور ہادی بنالے۔ یہ نہیں کہ جس کو مولوی دیکھا بس اسی کو قبلہ و کعبہ بنالیا۔

دیکھ بھال کر خوب سمجھ بوجھ کر ایک معین پکڑ لیا جاوے پھر جب معین ہو جاوے تو ہر بات کو اسی سے پوچھو اسی سے پوچھ کر کتابیں سنانے اور پڑھانے اور دیکھنے کے لئے منتخب کرو۔ خیال کیجئے کہ دنیاوی معاملات میں ہر شخص ایک معتمد کو تجویز کر لیتا ہے اور اس میں حکمت یہی ہے کہ ایک کے معین کر لینے میں انتخاب بھی اچھا ہوتا ہے اور اس معتمد کو بھی تعلق و توجہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ دیکھئے جس وکیل کے یہاں ہمیشہ مقدمات لے کر جاتے آتے ہیں جیسی وہ عنایت کرے گا دوسرا نیا آدمی نہیں کرسکتا۔ سو آپ نے دین کے معاملہ میں ایسا کیوں نہیں کیا یعنی آپ نے اپنی اصلاح کے لئے کوئی مولوی درویش کیوں نہیں تجویز کیا۔ بس بات یہ ہے کہ دین کو ایسا ضروری نہیں سمجھا ورنہ جس طرح دنیوی معاملات میں مصلحت کے لئے تعین کیا جاتا ہے دینی معاملات میں بھی ایسا ہی ہوتا لیکن اگر تعین کے لئے انتخاب کرو تو یہ دیکھ لینا کہ وہ مولوی ایسا ہو کہ جس نے باقاعدہ پڑھا بھی ہو شفیق بھی ہو حریص و طماع (۱) بھی نہ ہو۔ متبع سنت بھی ہو۔

حقیقت عالم

پس ایسے شخص کو عالم سمجھیں اس منتخب کرنے ہی میں بڑے سلیقہ کی ضرورت ہے پھر جب منتخب ہو جائے تو ہر بات میں اسی کی طرف رجوع کریں اور انتخاب میں اس احتیاط کی اس لیے ضرورت ہے کہ اس وقت دین کے پردہ میں ایسے لوگ گھس رہے ہیں کہ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　　پس بہر دستے نباید داد دست

"اے طالب آدمی کی صورت میں بہت سے شیطان بھی ہیں پس ہر ایک

---

(۱) اس کے اندر حرص و لالچ نہ ہو۔

کی طرف بیعت اور رجوع نہ کرنا چاہئے‘‘

اور ایسے لوگ ہیں ۔

کارِ شیطاں میکنی نامت ولی گر ولی ایست لعنت بر ولی

’’کام تو شیطان کے کرتا ہے اور نام ولی ہے اگر یہی ولی ہے تو ایسے ولی پر لعنت‘‘

اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں ۔

ظالم آں قومی کہ چشماں دوختند از سخنہا عالمے را سوختند

’’بڑے ظالم تھے وہ لوگ جنہوں نے آنکھیں بند کر کے ایسی باتوں سے ایک عالم کو حیران کر دیا‘‘۔

اور اچھے لوگوں کی علامات جو کہ معیار انتخاب ہوسکتا ہے فرماتے ہیں۔

کار مردان روشنی و گرمی ست کار دوناں حیلہ و بے شرمی است

’’مردان حق کا کام روشنی اور گرمی ہے، کمینوں کا کام حیلہ اور بے شرمی ہے‘‘

یہ دو علامتیں ہیں گرمی اور روشنی، حاصل یہ کہ ان میں متعدد صفات ہیں ایک صفت ان علماء سے گرمی ہے اور ایک صفت روشنی ہے۔ روشنی سے مراد علم اور گرمی سے مراد عشق یعنی حق تعالیٰ کی محبت اور یہ گرمی ایسی ہے جیسے انجن میں گرمی ہوتی ہے۔ ان گاڑیوں کو مبارک ہو جو ایسے انجن سے وابستہ ہوں اور علامت اس گرمی کی یہ ہے کہ ان کی صحبت سے خدا کی محبت بڑھتی جاوے اور دنیا سے دل سرد ہوتا جاوے مگر یہ مطلب نہیں کہ تعلقات دنیویہ بالکل ترک ہوجاویں بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیا سے دلچسپی نہ رہے اور دنیا کو قبلہ و کعبہ نہ بناوے۔

انتخابِ کتب

بس ایسے شخص سے رجوع کریں اور جو بات پوچھو اسی سے پوچھو، کتابیں

بھی اسی سے انتخاب کراؤ، جو کتابیں دیکھنا چاہو پہلے اس کو دکھلا لو، ہر کتاب کو مت دیکھنے لگو ورنہ یہ ہوگا ۔

شد پریشان خواب من از کثرت تعبیر ہا

''کثرت تعبیر سے میرے خواب پریشان ہوگئے''

آج اس کی کتاب دیکھ لی کل اس کی دیکھ لی یہ نہیں ہونا چاہئے اس سے بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ پہلے اس شخص کو جس کو تجویز کیا ہے دکھلا لو اگر وہ اجازت دے تو دیکھو ورنہ مت دیکھو۔محتاط امراء کی عادت ہوتی ہے کہ کھانا کھاتے ہیں تو اول حکیم سے پوچھ لیتے ہیں اگر وہ اجازت دیتا ہے تو کھاتے ہیں ورنہ نہیں۔ یا بعضے محتاط مریضوں کی عادت ہے کہ اگر کوئی شخص ان کو کوئی دوا کھلانا چاہے تو کہتے ہیں کہ بجائے ہمارے فلاں طبیب سے اس دواء کی بابت کہو اگر وہ کہے گا تو استعمال کرلوں گا ورنہ نہیں، ایسا ہی یہاں کرو۔ پھر ایک ادب اس شخص کا یہ ہے کہ ایسے شخص سے کسی رائے میں مناقشہ (۱) نہ کرنا چاہئے۔ دیکھو طبیب سے علاج میں کوئی مناقشہ نہیں کرتا کیونکہ اگر جھگڑیں تو وہ علاج نہ کرے نسخہ پھاڑ کر پھینک دے۔تو دیکھئے یہ لوگ دنیوی امور میں کیسے بھولے بن گئے کہ طبیب و وکیل سے مناقشہ ہی نہیں کرتے مگر جب دین کا وقت آیا تو سارے زمانہ کے ہوشیار وزیرک بن گئے کہ مناقشہ کے لئے تیار ہیں ایک صاحب کہنے لگے کہ کیوں صاحب نماز پانچ وقت کیوں فرض ہوئی زیادہ کم کیوں نہ ہوئی۔ میں نے کہا کہ آپ کی ناک یہاں کیوں لگی گدی پر کیوں نہ لگی اور میں نے کہا کہ اپنے افعال تکلیفیہ (۲) کی حکمت سے پہلے تو اپنے اجزاء کی حکمت دریافت کیجئے کیونکہ یہ تو آپ کے جسم ہی میں ہیں اور

(۱) جھگڑا (۲) جن کاموں کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کی علت معلوم کرنے سے پہلے اپنے جسم کے اعضاء کی علت معلوم کریں کہ آنکھ یہاں کیوں لگی اور ناک منہ پر کیوں لگائی اسی طرح بقیہ اعضاء کی بابت سوچئے۔

افعال تو پھر بھی خارج ہیں پس عجیب بات ہے کہ ان لوگوں کا مزاق دنیوی معاملات میں اور ہے اور دینی امور میں اور ایک مزاق رکھئے اور ایک اصل صحیح قائم کر کے اس پر عمل کیجئے۔ یہ نہیں کہ دنیا میں تو اور اصل، اور دین میں اور اصل، یہ بحث تھی انتخاب اور اس کے آداب کی پس ایسا شخص (جس کی صفات پہلے گزر چکیں)۔ جب کتب دینیہ انتخاب کر دے تو وہ کتابیں اپنے گھر والوں کو سناؤ(۱) زیادہ نہ ہو تو پندرہ بیس منٹ ہی سہی۔

تعلیم کتب کا طریقہ

مگر سناتے وقت یہ بھی نہ دیکھو کہ کون سنتا ہے کون نہیں بس بشنود یا نشنود پر عمل ہو یعنی کوئی سنے یا نہ سنے مگر تم اپنا کام کئے جاؤ، گھر میں پڑھنا شروع کر دو، اور روز سنایا کرو، اٹھ کر نہ آؤ خواہ بگڑ بگڑ پڑیں بہت شخصوں نے بیان کیا کہ کتابیں سناتے سناتے اصلاح ہوگئی کیا اللہ و رسول کا نام کھٹائی سے بھی کم ہے کھٹائی کا تو منہ میں اثر ہو جو ایک حقیر چیز ہے کہ منہ میں پانی بھر آوے اور اللہ و رسول کے نام کا اثر نہ ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ کرے کون، کون دِقت اٹھائے اور جو نصاب تجویز کیا جائے اس میں ایک بات کی اور ضرورت ہے عورتوں کو بھی اور مردوں کو بھی وہ یہ کہ اس نصاب کو ایک دفعہ ختم کر کے اس کو کافی نہ سمجھیں جیسے کسی نے عید کے چاند کی شہادت دی تھی اس سے پوچھا گیا کہ نماز بھی پڑھتا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ نماز کی یوں سنو ایک مولوی صاحب ہمارے گاؤں میں آئے تھے جب تو ہم نے نماز پڑھ لی تھی پھر تو ہماری توبہ ہے سو جیسے اس نے ایک دفعہ پڑھ کر توبہ کر لی تھی ایسے ہی آج کل بھی کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کتاب سنائی اور الگ پھر

(۱) چند مفید کتب یہ ہیں بہشتی زیور، فضائل اعمال، اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حیات المسلمین۔

سروکار ہی نہیں مگر اس اصل پر کھانے میں عمل نہیں کیا جاتا۔ کھانا تو دونوں وقت کھاؤ بلکہ کھانے پر تو ایسا عمل کہ بھوک بھی نہ ہو تو کہتے ہیں رات کیسے گزرے گی کچھ نہ سہی تو کباب ہی لے آؤ۔ کھانا تو بے بھوک بھی کھاتے ہیں۔ مکرر سہ کرر چوکرر (۱) دونوں وقت کھانا کھایا جاتا ہے لیکن اگر اس پر عمل نہیں تو دین کے بارے میں۔ خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ جو نصاب تجویز کیا جائے گا۔ اس کو روزمرہ کا وظیفہ سمجھیئے اور کچھ نہیں چار ہی ورق سہی دو ہی سہی جیسے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے ہیں اسی طرح دو ورق اس کے بھی پڑھ لئے یا سن لئے اگر تمام عمر بھی اس میں لگا رہنا پڑے تب بھی ہمت کرنا چاہئے۔ وجہ یہ کہ دنیا کی ضرورت محدود ہے اور دین کی غیر محدود چنانچہ دین کی ضرورت مرنے کے بعد تک بھی رہے گی پس تعجب ہے کہ محدود ضرورت میں اتنا وقت صَرف کریں اور غیر محدود میں کچھ بھی نہیں بڑا تعجب ہے۔ جب دنیا کی دھن ہے تو دین کی کیوں نہ ہو صاحبو یہ (دین) فراغت کی چیز نہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

اندریں رہ می تراش و می خراش تادم آخر دمے فارغ مباش

''تم کو چاہیئے کہ اس طریق وصول الی اللہ میں ہمیشہ خراش تراش کرتے رہو اور آخر وقت تک ایک لمحہ بھی فارغ مت رہو''

اور گو ہے تو عمر بھر کا دھندا مگر دشوار نہیں آسانی سے عمر بھر اس میں مشغول رہ سکتا ہے۔

حقیقتِ مشقتِ دین

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ تو کہتے ہیں کہ دشوار نہیں مگر ہم نے تو دو چار دن

(۱) دو دفع، تین دفع، چار دفع۔

کر کے دیکھا تھا بڑی مشقت ہوئی عقلی جواب تو اس کا یہ ہے کہ اس مشقت کو تو بڑا سمجھتے ہیں مگر اس میں کوتاہی کرنے سے جو مشقت پیش آئے گی وہ اس سے بھی بڑی ہے یعنی آخرت کی خرابی جس کا مآل (۱) عذاب جہنم ہے تو اس کے اعتبار سے پھر یہ آسان ہی ہوا عقلی جواب تو یہ ہے اور یہی کافی ہونا چاہئے مگر میں وجدانی جواب بھی دیتا ہوں وہ یہ کہ آپ کو یہ کیسے خبر ہوئی کہ یہ مشقت تمام عمر رہے گی کسی تمباکو کھانے والے سے پوچھ کر دیکھو کہ تمباکو جب پہلے پہلے کھایا تھا کسی طبیب نے بتلایا تھا کہ تمباکو کھایا کرو تو اس کو کھا کر کیسی پریشانی ہوتی تھی کہ ذرا سا کھا کر جی بھی میلا ہوتا تھا۔ (۲) سر بھی چکر کھاتا تھا مگر اب یہ حال ہے کہ حقہ مل جائے تو جان مل جائے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دین کی مشقت تمباکو کی مشقت کے برابر بھی نہیں؟ جب مزہ آجاوے گا تو یہ حالت ہوگی کہ ذرا سی کمی ہونے سے غم سوار ہوجاوے گا۔ اسی کو تو کہتے ہیں ؎

بردل سالک ہزاراں غم بود گر زباغِ دل خلالے کم بود

”عارف کے دل پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں اگر اس کے باغ دل سے ایک تنکا بھی کم ہو جاتا“

ذرا سی کمی پر پہاڑ سا بوجھ ہوگا۔ غور کرلیں وہ لوگ جو نماز کے پابند ہیں، جس روز نماز قضا ہو جاتی ہے یا دیر ہو جاتی ہے تو ان کی کیا حالت ہو جاتی ہے کس قدر انقباض ہوتا ہے (۳) دوسرا شخص اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ یہ حالت تو وسواس و خطرات والی نماز کی ہے (۴) اور اگر خالص ہو جاوے تو کیا کیفیت ہو۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند صاف گر باشد ندانم چوں کند

(۱) جس کا انجام دوزخ کا عذاب ہے (۲) دل بھی متلاتا تھا (۳) دل گھٹتا ہے (۴) یہ حالت تو اس نماز کی ہے جس میں وسوسے اور خطرات آتے رہتے ہیں۔

''ایک گھونٹ مٹی کا ملا ہوا جب مجنون کر دیتا ہے اگر صاف ہو تو نہ معلوم کیا اثر کرے گا''

ایک شخص نے شراب پی جس میں مٹی ملی ہوئی تھی اس نے جب یہ حال کر دیا تو صاف اگر پی جاتی تو خدا جانے کیا حال بنا ڈالتی۔ ہماری نماز خاک آمیز ہے جب اس کی یہ کیفیت ہے تو اگر صفائی وخلوص آجاوے تو کیا کچھ حالت ہو۔ پس وہ شبہ رفع ہوگیا کہ دین تو ساری عمر کا جنجال ہوگیا۔[1] صاحبو! بس سال بھر ایسا کر لیجئے اور برس روز کر لینا کچھ مشکل بھی نہیں پھر دیکھ لینا کیا ہوگا اور خواہ اعتقاد سے نہ کرو بلکہ امتحان ہی کے طور پر کر کے دیکھ لو مولانا اسی کو فرماتے ہیں ۔

سالہا تو سنگ بودی دلخراش آزموں را یک زمانے خا باش

''برسوں تم دلخراش پتھر کی طرح رہے ہو آزمائش کے طور پر کچھ زمانہ خاک بن جاؤ خاک بن کر بھی دیکھ لو''

آگے فرماتے ہیں ۔

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

''بہار کے موسم میں پتھر سرسبز نہیں ہوتے تم خاک بن جاؤ تا کہ رنگ برنگ کے پھول اُگیں''

مگر کرنا شرط ہے کیونکہ کرنے کا کام کرنے ہی سے ہوتا ہے صرف باتوں ہی سے کام نہیں چلتا اور اگر کوئی کہے کہ ہم نے تو کیا تھا مگر کچھ نفع نہ ہوا بات یہ ہے کہ نرے کرنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا طریقہ سے کرو تو سب کچھ ہو لوگ بے طریقہ کام کرتے ہیں اس لئے کچھ نہیں ہوتا۔

---

(۱) ساری عمر کی مصیبت۔

حقیقت پستی

اور طریقہ اس کا، رائے اور ذہانت سے کام لینا نہیں ہے بلکہ پستی (۱) اور شکستگی اختیار کرنا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ　　جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

''فہم و خاطر کا تیز کرنا راہ سلوک نہیں ہے فضل الٰہی سوائے شکستہ دل کے اور کسی پر متوجہ نہیں ہوتا''

بس آپ نے پستی اختیار نہیں کی جس کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ کسی کو اپنا مقتدا(۲) نہیں بنایا اس کی رائے پر عمل نہیں کیا یاد رکھئے کہ بلا پستی اختیار کئے اور دوسرے کی جوتیاں اٹھائے کچھ نہیں ہوتا۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود　　ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا دردے دوا آنجا رود　　ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

''جس جگہ نیچان ہوتا ہے پانی اسی طرف رواں ہوتا ہے، جہاں مشکل پیش آتی ہے جواب وہیں دیا جاتا ہے جہاں مرض ہوتا ہے اسی جگہ دوا کی جاتی ہے، جہاں مرض ہوتا ہے وہیں شفا آتی ہے''

اپنے کو پست بناؤ تکبر چھوڑو نیاز مند ہو جاؤ کسی کے سامنے خاک بن جاؤ سچے طالب ہو جاؤ! دیکھئے اگر طالب کیمیا (۳) کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص کیمیا گر ہے اور وہ اس سے یوں کہے کہ کیمیا اس وقت بتلاؤں گا جبکہ پھٹے کپڑے پہنو تو وہاں کچھ بھی پرواہ نہ کروگے نہ منصب کی نہ جاہ کی۔ کیمیاء کی امید میں سب کچھ گوارا

(۱) عاجزی (۲) پیشوا (۳) سونا بنانے کی ترکیب کے متلاشی کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص سونا بنانا جانتا ہے تو وہ اسکی ہر بات مانے گا۔

کروگے تو دین کے باب میں یہ انقیاد(۱) کیوں نہیں گوارا ہوتا۔ طالب کی شان تو یہی ہے کہ جس طرح چلائے چلے۔ طبیب مسہل دیتا ہے تو کہتا ہے (۲) سونا مت دستوں کے دھیان میں رہنا حکیم صاحب کا کہنا سر اور آنکھو پر قبول مگر اللہ والے بتلائیں تو یوں کہیں گے کہ یہ تو ترک دنیا بتلاتے ہیں۔ وہ اصل (۳) سب جگہ جاری کیوں نہیں کی جاتی! یہ کیا معنی کہ کہیں تیتر اور کہیں بیٹر۔ اگر وہاں خیال ہے کہ طبیب کے کہنے پر عمل نہ کرنے سے صحت نہ ہوگی۔ یہاں بھی یہی سمجھ لو کہ اس کہنے پر عمل نہ کروگے تو صحت نہ ہوگی کیونکہ طبیب ظاہری امراض ظاہری کا معالج ہے اہل اللہ امراض باطنی کے معالج ہیں اسی کو کہتے ہیں ۔

چند خوانی حکمتِ یونانیاں حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں
صحت ایں حس بجوئیداز طبیب صحت آں حس بجوائید از حبیب
صحت ایں حس زمعموری تن صحت آں حس زتخریب بدن

''یونانی حکمت کی کتابیں کب تک پڑھتے رہوگے کچھ حکمت ایمانی یعنی معرفت کی تو پڑھو، اس حس جسمانی کی صحت چاہتے ہو تو طبیب سے رجوع کرو اور اگر حس روحانی کی صحت منظور ہو تو کسی مرشد کامل سے رجوع کرو، حس جسمانی کی صحت بدن کی درستی سے ہوتی ہے اور حس روحانی کی صحت بدن کی تخریب سے ہوتی ہے''

تقلید اہل اللہ

اور یاد رکھو! میں بشارت دیتا ہوں کہ اللہ والے جو بتلائیں گے وہ بہت آسان اور تھوڑے دنوں کا کام ہے مگر اس کے نافع ہونے کی یہ ضرور شرط ہے کہ اپنے کو آپ اللہ والوں کے بالکل تابع بنادیں اپنے نفس کی خواہش اور رعونت کو

(۱) تعبداری (۲) دست آور دواء دیتا ہے تو کہتا ہے سونا مت دستوں کا خیال کرنا (۳) وہ قاعدہ کلیہ۔

بالائے طاق رکھدیں اپنے کو ان کے سامنے فنا کردیں جیسے وہ کہیں ویسے عمل کریں اگر چاہو کہ یہی تنعم رہے (۱) اور اللہ والے ہمارے نوکر بن کر رہیں تو یہ ہونے سے رہا۔ تنعم سے کام نہیں چلتا مگر ترک تنعم کے یہ معنی مت سمجھنا کہ وہ کھانا پینا چھڑائیں گے کھانا پینا ہرگز نہ چھڑائیں گے ہاں نفس کی تھوڑی سی مخالفت کرائیں گے۔ مثلا کسی میں کبر ہے جو ایک مرض ہے اور اس مرض کے مریضوں کی حالت مختلف ہوتی ہے۔ بعض کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر اچھا کپڑا پہنیں تو کبر ہو اور گھٹیا کپڑا پہنیں تو کبر نہ ہو۔ اور بعض کی حالت یہ ہوتی ہے کہ گھٹیا کپڑا پہنیں تو کبر ہو اور بڑھیا کپڑا پہنیں تو کبر نہ ہو سو اہل اللہ ہر شخص کا علاج اس کے حسب حال کریں گے۔ پس بعض کو ترک تنعم کرائیں گے اور بعض کو تنعم کا (۲) امر فرمادیں گے اور اس میں خود صاحب مرض کی رائے قابل اعتبار نہیں کیونکہ علاج تجویز کرنا طبیب کا کام ہے مریض کا کام نہیں اس لئے ضروری ہے کہ اس کے تابع ہو جاؤ۔ اور (کَالْقَلَمِ فِی یَدِ الْکَاتِبِ) بنجاؤ (۳)۔ وہ آپ کو طریقہ بتلائیں گے۔ یہ انہیں (اہل اللہ کو) ضرور کرنا پڑے گا اور دنیا داریوں نہ سمجھیں کہ وہ حضرات ان ہی کے افعال پر دارو گیر اور اس میں تبدیل کرتے ہیں وہ تو ظاہری دین داروں کی بھی ایسی ہی گت بناتے ہیں جو جبے قبے ڈانٹے ہوئے صدری پہنے گھڑی لگائے ہوتے ہیں (۴)۔

علاج تکبر

چنانچہ ایک صاحب صدری پہنے گھڑی لگائے اپنی شان بنائے ہوئے طلب طریق کے لئے آئے ہیں میں نے کہا کہ یہ کیسی شکل طاؤسی بنائی ہے وہ بولے کہ صدری اس لئے پہنی ہے کہ گھڑی رکھی جاسکے میں نے کہا کیا صدری کرتہ

---

(۱) اس طرح راحت وارام میں رہیں (۲) بعض کو نعمتوں کے استعمال سے روکیں گے بعض کو استعمال کا حکم دیں گے (۳) جیسے قلم کاتب کے ہاتھ میں ہوتا ہے ایسے بن جاؤ (۴) جنہوں نے عمدہ لباس لمبا کرتا اور واسکٹ وغیرہ پہنا ہوا ہوتا ہے۔

کے نیچے نہیں پہن سکتے تھے گھڑی تو وہاں بھی رکھی جاسکتی تھی کیا شان دکھانے ہی کی شکل گھڑی رکھنے کی موقوف علیہ ہے[1] چنانچہ ان کو وہ صدری نیچے پہنائی گئی غرض ان دینداروں کی بھی بے ڈھب گت بنتی ہے اگر اتنا بھی نہیں ہوسکتا (یعنی شیخ کا اتنا اتباع بھی نہیں ہوسکتا کہ جو بات نفس کے خلاف بتلائے اس پر آمادہ ہوجاویں) تو پھر کچھ بھی نہیں۔

اصلاح کے لئے مشقت برداشت کرے

مولانا نے ایک قصہ لکھا ہے کہ کوئی شخص کسی گودانے والے کے پاس اپنی کمر پر شیر کی تصویر بنوانے گیا تا کہ کمر میں قوت رہے۔ چنانچہ وہ بدن ننگا کر کے تصویر بنوانے بیٹھا گودنے والے نے تصویر بنانا شروع کی دم سے ابتداء کی۔ کچ سے سوئی چبھوئی تو آپ کہتے ہیں آہ، پھر پوچھتے ہیں کہ کیا بنا رہے ہو اس نے کہا دم بنا رہا ہوں آپ نے کہا یہ شیر مکھیا تھوڑا ہی جھلے گا ضرورت ہی کیا ہے دم کی۔ اس نے دُم چھوڑ کر پیٹ بنانا شروع کیا۔ دوسری جگہ کچ سے سوئی چبھوئی پھر کہا آہ اور پوچھا اب کیا بناتے ہو اس نے کہا پیٹ بناتا ہوں آپ بولے کہ یہ کوئی کھائے گا تھوڑا ہی پیٹ بھی جانے دو اس نے تیسری جگہ سوئی چبھوئی۔ پوچھا اب کیا بناتے ہو اس نے کہا سر بناتا ہوں۔ آپ بولے کہ یہ دیکھے یا سنے گا تھوڑا ہی اس کو بھی رہنے دو اس پر گودنے والے نے جھلا کر سوئی پھینک دی اور کہنے لگا ؎

شیر بے گوش و سر و شکم کہ دید ۔۔۔ اینچیں شیرے خدا خود نافرید

''شیر بغیر کان، سر اور پیٹ کا کس نے دیکھا ہے ایسا شیر تو خدا نے بھی پیدا نہیں کیا''

کہ ایسا شیر تو خدا نے بھی پیدا نہیں کیا کہ جس کے نہ کان ہوں نہ سر نہ پیٹ پھر میں کیا بناؤں تمہارا سر۔ تو جیسے اس تصویر بنوانے والے نے چاہا تھا کہ تکلیف تو ہو نہیں اور شیر کی تصویر بن جائے ایسے ہی ہم لوگوں کی حالت ہے کہ کچھ تکلیف تو ہو

(۱) کیا گھڑی رکھنے کیلئے ایسا عمدہ لباس پہننے اور واسکٹ پہننے کی ضرورت ہے؟

نہیں اور کام ہوجاوے اسی کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں نداری طاقت سوزن زدن　　پس تو از شیر ژیاں ہاں دم مزن

’’جب تم کو سوئی چبھنے کی برداشت نہیں ہے تو پھر ایسے شیر کا نام مت لینا یعنی اگر مشقت وریاضت کا تحمل نہیں ہے تو طلب حق کا دعویٰ مت کرنا‘‘

ہماری تو یہ حالت ہے کہ ذرا شیخ نے تنبیہ کی اور شکایتیں پیدا ہونے لگیں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ یہ کیا لغو بات ہے کیا اتنا بھی تحمل نہیں اس کو فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی زعشق　　تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

’’جب تم عشق کے ایک ہی زخم سے بھاگتے ہو تو تم بجز عشق کے نام کے کچھ نہیں جانتا‘‘

تربیت مشائخ

اے صاحبو! ہر طالب کو مشائخ کی طرف سے تنبیہات ہوتی ہیں اور نفس کی مخالفت کرائی جاتی ہے۔ مشائخ کی تربیت اور اصلاح بالکل ایسی ہی ہے جیسے اپریشن میں پہلے چیرتے پھاڑتے ہیں پھر اس کی درستی کرتے ہیں اسی طرح یہاں بھی پہلے نفس کی تھوڑی سی مخالفت کراتے ہیں پھر نرمی اور توسع کرتے ہیں تعجب ہے کہ اپریشن سے کوئی بُرا نہیں مانتا اور یہاں لوگ ذرا ذرا سی بات پر بگڑتے ہیں اپریشن کرنے والے کو تو فیس بھی دیتے ہیں اور اس کی شکر گزاری بھی کرتے ہیں۔ یہاں شکر گزاری نہ کرو تو بُرا بھی مت کہو بس تھوڑے دنوں نفس کی مخالفت ضرور کرنا پڑے گی۔ بعضوں کو تنبیہ سے عزت کم ہوجانے کا خیال ہوتا ہے۔ سو صاحبو! ہماری عزت ہی کیا ہے جس کے جانے کا خیال ہو۔ ﴿فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا﴾

عزت تو صفت حقیقیہ اللہ ہی کی ہے اور یہ مشقت چند روزہ ہے پھر اس

کے بعد وہ راحت ہوگی کہ دنیا کے اسباب میں کبھی خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے آرام میں ہیں مگر واقعی یہ ہے کہ یہ حب مال اور حب جاہ والے بڑی بلاؤں میں مبتلا ہیں (۱) اگر اہل اللہ کی صحبت میں رہ گئے اور ان کے کہنے پر عمل کرلیا اس وقت محبوب حقیقی کے ساتھ وہ تعلق ہوجاوے گا کہ دوسرے پر نظر نہ رہے گی اور یہ حال ہوجاوے گا ؎

یکے خوان و یکے وان و یکے گو

''ایک ہی کو پڑھ ایک ہی کو جان اور ایک ہی کہہ''

یعنی اسی کا خیال رہ جائے گا پھر ایسے شخص کو کسی چیز سے بھی پریشانی نہیں ہوگی اور حقیقی راحت اس وقت دیکھو گے۔ بس یہ ثمرہ ہوگا جو طریقہ سے کام کرو گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کا اتباع کرنے سے یہ دولت حاصل ہوگی، اوپر ذکر اس پر تھا کہ کتابیں دیکھئے اور اسی کے ضمن میں یہ مضمون مربی کے اتباع کا آگیا تھا کہ کتابیں بھی اسی سے منتخب کرائے۔ اب میں اسی کی طرف عود کرتا ہوں کہ وہی کتابیں عورتوں کو بھی سنایا کیجئے اور خود بھی پڑھئے تعلیم عام ہوجاوے گی۔ یہاں تک قوت علمیہ کی تکمیل کا بیان تھا۔ اب ایک دوسری چیز بھی ہے کہ قوت عملیہ درست ہو۔

حقیقت قوتِ عملیہ

قوت عملیہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ احکام معلوم ہوں ان پر عمل کیا جائے اور اس قوت عملیہ کے واسطے ایک چیز کی اور ضرورت ہوگی جس کا نام ہے ہمت اور میں ہمت بڑا سا بوجھ اٹھانے کو نہیں کہتا ہوں جس کا اٹھانا بھی مشکل ہو بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ قصد مصمم کرلیجئے (۲) اس امر کا جس وقت جس چیز کا

(۱) مال واقتدار کی محبت میں مبتلا لوگ بڑی مشکل میں ہیں (۲) پختہ ارادہ کرلیجئے اس کام کا۔

ضروری ہونا آپ کو معلوم ہوا اسی کو کرنا شروع کر دیا، دل میں وسوسہ بھی نہ لائے کہ معلوم نہیں یہ کام ہم سے ہوگا، بھی یا نہیں بس شروع کر دیجئے مثلاً نماز ہے اس کو شروع کر دیجئے روزہ ہے پس شروع کر دیجئے۔ سوچئے ہی نہیں کہ معلوم ہی نہیں ہم سے رکھا بھی جائے گا یا نہیں۔

وساوس کا علاج

کانپور میں ایک صاحب تھے جنہوں نے رمضان شریف کے روزے کبھی رکھے ہی نہ تھے میں نے کہا کہ آج کا روزہ رکھ لو گناہ ہوگا خواہ رکھ کر اگر پورا نہ ہو سکے توڑ ہی دینا مگر شرارت نہ کرنا۔ چنانچہ وہ روزہ پورا ہو گیا کہنے لگے کہ آج کا تو روزہ ہو گیا۔ میں نے کہا کہ ایک اور رکھ لو دوسرے روز بھی ہو گیا پھر کہنے لگے کہ یہ تو بہت ہی آسان ہیں اب تو سارے مہینہ رکھیں گے چنانچہ سب رکھ لئے تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب عزم مصمم ہوتا ہے (۱)۔ تو حق تعالیٰ تائید فرماتے ہیں اگر پہلے سے وسوسہ شروع کر دیئے کہ معلوم نہیں یہ کام ہوگا یا نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں ہوتا اور اگر ایسے ہی وسوسہ لانا ہے تو کھانے میں کیوں نہیں کہتے کہ میں کھانا کھاؤں یا نہیں ممکن ہے کہ کھانا کھا کر ہیضہ ہو جاوے ممکن ہے کہ میں مر جاؤں، دونوں وقت یوں ہی کیا کیجئے بس خاتمہ ہو جاوے گا وہاں تو شبہ بھی نہیں ہوتا اور یہاں یہ خیالات ہوتے ہیں کہ شاید یہ نہ ہو شاید ہو نہ ہو میں کہتا ہوں کہ اگر نہ ہوگا تو پورا مت کیجیو شروع تو کر دو۔

توبہ کا فائدہ

لوگ کہتے ہیں کہ رشوت سے توبہ نہیں ہوتی توبہ کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں نبھنے کی تو ہے نہیں۔ میں کہتا ہوں ایک دفعہ توبہ تو کرلو۔ اگر ٹوٹ جائے پھر کر لیجیو خدا تعالیٰ آپ کے قصد مصمم کر لینے پر آپ کو نہیں چھوڑیں گے غیب سے ایسے اسباب

(۱) پختہ ارادہ۔

پیدا ہوجاویں گے کہ سب سامان ہوجاوے گا اگر کوئی کہے کہ یہ تو دل لگی ہوئی کہ توبہ کی اور توڑ دی میں کہتا ہوں کیا آپ صاحب قانون ہیں جن کا قانون ہے وہ تو یوں کہتے ہیں کہ اگر کوئی دن میں ستر مرتبہ خطا کرے اور پھر توبہ کرے تو قبول ہے جن کا قانون ہے وہ یوں کہتے ہیں اور آپ یوں کہتے ہیں مدعی سست گواہ چست، آپ کا مذہب تو یہ ہونا چاہئے ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں　　　خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

(جب دین کا بادشاہ مجھ سے طمع کا اظہار کرے تو پھر ایسی قناعت پر خاک"

جب وہ لنگڑی لنجی توبہ کو قبول کرتے ہیں تو آپ کون ہیں قانون چھانٹنے والے وہ یوں کہتے ہیں کہ اگر نہ نبھے تو بھی قبول کرلوں گا تو اس میں آپ کا کیا بگڑتا ہے کیا اس کا جواب ہے کسی کے پاس اصل یہ ہے کہ یہ شریر نفس کچھ نہیں کرنے دیتا ؎

خوئے　　بدرا　　بہانہ　　بسیار

"بری عادت والے کو بہانے بہت"

اس طریقہ سے کرکے تو دیکھو اول تو گناہ چھوٹ ہی جائیگا۔

دلائل شرعیہ

اور میں اخیر درجہ میں کہتا ہوں کہ اگر گناہ کسی طرح نہیں چھوٹتا تو خیر دو باتیں تو کرلو، دیکھو گناہ کو گناہ سمجھو۔ اب تو یہ حالت ہے کہ گناہ کو گناہ بھی نہیں سمجھتے، یہ زیادتی ہے۔ لوگ داڑھی منڈاتے ہیں اور اس کو گناہ نہیں سمجھتے اور اس کو گناہ بتلانے والے سے مہمل سوال کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کہنے لگے کہ داڑھی رکھنے کا وجوب قرآن میں کہاں ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی تو ایسی مثال ہے کوئی شخص آپ پر دعویٰ کرے اور ثبوت میں پورے گواہ پیش کردے کوئی کسر باقی نہ رہے اور حاکم آپ پر ڈگری کردے۔ اس پر آپ حاکم سے کہیں کہ ثبوت سب پورا

ہے گواہ سب ٹھیک ہیں مگر میں تو جب مانوں گا کہ صاحب کلکٹر گواہی دیں، تو حاکم یوں کہے گا کہ ثبوت خاص مدعی کے ذمہ نہیں مطلق ثبوت اس کے ذمہ ہے، اسی طرح یہ ضرور نہیں کہ ہر معاملہ میں قرآن ہی کی شہادت ہو ہمارے لئے احکام کے ثابت کرنے کو چار دلائل ہیں، ہمیں اختیار ہے کہ ہم جس ایک سے بھی چاہیں ثابت کردیں، صحیح جواب تو یہ ہے مگر آج کل لوگوں کا عجیب مزاق بگڑا ہے، اگر کوئی قرآن شریف سے ثابت کرنے کا دعویٰ کرے گا ثابت نہ کرسکے تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ ایک شخص مجھ سے کہنے لگے کہ میں نے ایک شخص کے مقابلے میں داڑھی کو قرآن شریف سے ثابت کردیا اس طرح سے کہ دیکھو قرآن میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی پکڑلی تھی معلوم ہوا کہ ہارون علیہ السلام کے ڈاڑھی تھی، تو دیکھو قرآن سے ڈاڑھی کا ہونا ثابت ہوگیا۔ میں نے مستدل صاحب سے کہا کہ اگر وہ معترض یوں کہتا کہ اس سے ڈاڑھی کا وجود ثابت ہوا وجوب ثابت کرو تو آپ کیا کہتے۔ کہنے لگے کہ اتنی عقل معترض کو تھوڑا ہی تھی اس وقت جتنے لکچرار ہیں ان کے دلائل کی یہی کیفیت ہے کہ ادنیٰ طالب علم ان میں شبہ کرسکتا ہے مگر وہ خوش ہیں غرض قرآن سے ثبوت چاہتے ہیں اصل مقصود یہ ہے کہ حرام ہونا ثابت نہ ہو۔

حرام کو حرام سمجھو

اس زمانہ میں یہ مزاق بہت ہی غالب ہوگیا ہے کہ حرام کو حرام نہیں سمجھتے۔ لاہور میں بعض لوگوں کا خیال معلوم ہوا کہ سود کو حلال کرنے کی فکر میں ہیں تاکہ مسلمانوں کو ترقی ہو۔ میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ آپ کے زعم کو اگر تسلیم بھی کرلیا جاوے کہ سود ترقی کا ذریعہ ہے تو یہ سوچئے کہ ترقی کا مدار سود لینے پر ہے یا اس کو حلال سمجھنے پر۔ کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے کہ ترقی حلال سمجھنے پر موقوف

ہے تو اس کو ذریعہ ترقی بناتے اس کے اعتقاد حلت میں کیوں کوشش کی جاتی ہے اگر سود لیتے ہو تو گناہ تو سمجھو یوں سمجھو کہ گوہ کھا رہے ہیں۔ بُرا کر رہے ہیں ایک بات تو یہ تھی کہ گناہ کو گناہ سمجھیں۔

اللہ سے التجاء کرو

دوسری بات یہ ہے کہ ایک پندرہ منٹ کے لئے روزمرہ خدائے تعالیٰ سے اس طرح عرض کرلیا کریں کہ اللہ میں نہایت خبیث ہوں، بڑا گنہگار ہوں، سرتاپا معاصی میں بھرا ہوا ہوں (۱) میری قوت نہیں کہ معاصی کو چھوڑ سکوں، آپ میری مدد فرمائیں، میں شرمندہ ہوں، آپ کے سامنے بس اس طرح روزمرہ خدا سے عرض کرلیا کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ کرنے والے کے لئے سو راستے ہیں اور نہ کرنے والے کے لئے ایک بھی نہیں۔ آپ نے کسی سے یہ سنا ہوگا جو میں نے کہا کہ سب کچھ کرتے رہو مگر یہ بھی کرلیا کرو، سو یہ تو مشکل بات نہیں۔ اب آپ کو کونسا عذر ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے راستہ پر نہیں چل سکتے یہ طریقہ ہے قوت عملیہ سے کام لینے کا۔

عورتوں میں پائی جانی والی خرابیاں

اب بعض اعمال خاص عورتوں کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ ایک تو عورتوں میں نماز کی پابندی نہیں اور اگر یہی ترک ہے تو کھانا بھی ترک کردو۔ مگر حالت یہ کہ نماز تو پانچ وقت کی قضا ہوجاوے اس کی ذرا پرواہ نہیں مگر کھانا ایک وقت کا بھی ناغہ نہ ہو۔ ایک یہ کہ زکوٰۃ کی عادت نہیں، زیور کو عورتیں یوں سمجھتی ہیں کہ یہ تو برتنے کی چیز ہے اس میں زکوٰۃ کیا ہوتی، خوب سمجھ لو کہ ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیور میں زکوٰۃ واجب ہے۔ ایک یہ کہ عورتیں حج بھی نہیں کیا کرتی ہیں ان

(۱) سر سے پیر تک گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں۔

کو حج کا اہتمام کرنا چاہئے اور اب تو حج کے ذرائع بھی بہت آسان ہو گئے ہیں حج نہ کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ ایک خاص مرض عورتوں میں یہ ہے کہ خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں، گو بعض مرد بھی ظلم کرتے ہیں، مگر بعض عورتیں ایسی ہیں کہ باوجود مدارات کے پھر خاوندوں کو تنگ کرتی ہیں، اور ہندوستان کی عورتوں کی خدمت کا انکار نہیں مگر اس کا حاصل یہ ہے کہ جسم کو راحت پہنچاتی ہیں اور روح کو تکلیف دیتی ہیں صرف جسمانی خدمت بہت کم کرتی ہیں اس میں بے نظیر ہیں۔ اسی طرح عفیفہ بھی بہت ہیں (۱) عفت کے خلاف تو شاید ان کو کبھی وسوسہ بھی نہ آتا ہوگا۔ مگر زبان ان کی ایسی ہے کہ جو جی میں آیا کہہ دیا کچھ روک ہی نہیں، اس سے خاوند کی روح کو بڑی تکلیف ہوتی ہے اس کی اصلاح کا آسان طریقہ یہ ہے کہ زبان کو بند رکھیں اس میں پہلے پہلے بیشک دشواری ہوگی مگر پھر عادت ہو کر اس مرض سے نجات ہو جاوے گی۔ اصل علاج یہ ہے نہ وہ جو بعض عورتیں نمک پڑھواتی ہیں خاوند کے تابع بنانے کو آپ تو جو چاہیں کچھ لیں مگر وہ چپکا سنا کرے۔

زبان درازی کا علاج

اس پر ایک حکایت یاد آئی۔ کسی بزرگ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ ایسا تعویذ کر دیجئے کہ میرا خاوند مجھے کچھ کہا نہ کرے انہوں نے پانی پر جھوٹ موٹ چھو کر کے دے دیا اور کہا کہ یہ پانی بوتل میں رکھ لینا جس وقت خاوند آیا کرے اس میں سے تھوڑا پانی اپنے منہ میں لے کر بیٹھ جایا کرو اور وہ جب تک چلا نہ جائے منہ میں لیے رہا کرو بس وہ پانی پانی ہو جاوے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا کہ جہاں خاوند آیا ڈاٹ کھولی پانی منہ میں لے بیٹھ گئی کچھ عرصہ کے بعد شوہر مہربان ہو گیا وہ عورت ان بزرگ کے پاس نذرانہ لائی اور کہا کہ حضرت اب تو وہ مجھے کچھ

(۱) پاک دامن

نہیں کہتا ان بزرگ نے مسکرا کر فرمایا وہ تو ایک ترکیب تھی کوئی جھاڑ پھونک نہ تھی مجھ کو قرائن سے معلوم ہوگیا تھا کہ تو زبان دراز ہے اس وجہ سے خاوند سختی کرتا ہے میں نے زبان روکنے کے لئے یہ ترکیب کی تھی بس اب زبان درازی مت کرنا باقی یہ روپیہ اور مٹھائی میں نہیں لیتا۔ واقعی زبان بڑی آفت کی چیز ہے۔

بے پردگی

ایک یہ کہ عورتوں کو پردہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اکثر گھروں میں دور دور کے رشتہ داروں کے سامنے آئیں گی اور پھر تعریف یہ ہے کہ یہی عورتیں اپنے کو پردہ دار اور باہر پھرنے والی عورتوں کو بے پردہ کہتی ہیں حالانکہ پردہ دار وہ ہے کہ جس جس سے شرع میں پردہ ہے ان سے پردہ کرے پردہ کے ساتھ قرآن کی تعلیم ہے عورتوں کو کہ مرد کے ساتھ نرم لہجہ سے گفتگو بھی مت کرو۔ واقعی قرآن میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جذبات کی پوری رعایت ہے نرم لہجہ سے اجنبی شخص کو ضرور میلان ہوتا ہے کیسی عجیب سچی بات ہے اور سخت لہجہ سے اجنی مرد کو نفرت ہوتی ہے اس طرح سے آواز کا بھی پردہ ہے عورتوں کو ایک اس امر کا بھی لحاظ چاہئے کہ کپڑا شریعت کے موافق ہو بڑا چھوٹا نہ ہو اس میں بدن نہ جھلکتا ہو یہ ضروری اعمال تھے جو میں نے بیان کئے یہ تعلیمات تو سب کے لئے ہیں۔

نگرانی خانہ

اور بعض خاص عورتوں کے لئے کہ وہ گھر کا کام نہیں کرتیں، گھر کی نگرانی نہیں کرتیں، حدیث میں ہے کہ عورتیں حاکم ہیں گھر میں، گھر کے انتظام کے متعلق ان سے پوچھا جاوے گا، نگرانی نہ کرنے سے گھر میں چوری ہوتی ہے اس کا بہت

خیال چاہئے گھر کا کام کرنا چاہئے، دوسروں پر نہ چھوڑنا چاہئے۔

غیبت سے احتراز

ایک امر اعمال میں سے اور یاد آ گیا وہ یہ کہ عورتیں غیبت بہت کرتی ہیں خود بھی حکایت شکایت کرتی ہیں اور اوروں سے بھی سنتی ہیں اور اس کی جستجو میں رہتی ہیں۔ کوئی باہر سے آئی اور پوچھنا شروع کیا کہ فلانی مجھ کو کیا کہتی تھی گویا منتظر ہی تھیں آنے والی نے کچھ کہہ دیا کہ یوں یوں کہتی تھی بس پھر تو پل باندھ لیا۔ خوب سمجھ لو کہ اس غیبت سے نااتفاقی ہوجاتی ہے آپس میں عداوت قائم ہوجاتی ہے علاوہ اس کے غیبت کرنا اور اس کا سننا خود بڑا گناہ بھی ہے کلام اللہ میں اس کی بڑی مذمت آئی ہے عورتوں میں ایک اور بھی مرض ہے مجھ کو یہاں کی خبر نہیں مگر اپنے قصبہ کی حالت عرض کرتا ہوں بعضی عورتیں کھڑے جوتے پہنتی ہیں۔ حدیث میں اس امر پر لعنت آئی ہے کہ عورتیں مردوں کی وضع اختیار کریں۔

فیشن پرستی

آج کل بہت جگہ عورتوں کو فیشن کا بہت اہتمام ہوگیا ہے۔ دوسری قوموں کی وضع بناتی ہیں۔ سایا پہننے لگی ہیں کانپور میں دیکھا بعض عورتیں اچکن پہنتی ہیں یہ آفت اب نازل ہوئی ہے (۱) اور بعض جگہ عورتیں خود ایسا نہیں کرتیں۔ مگر بعض مردان عورتوں کو اس پر مجبور کرتے ہیں۔ مگر یہ سمجھ لیجئے کہ (لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الخَالِقِ)(۲) کہ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔ پس عورتوں کو چاہئے کہ مردوں کے کہنے سے ایسا لباس ہرگز نہ پہنیں کہ اس میں تشبہ ہے مردوں کے ساتھ۔

(۱) اور اب تو عورتیں پینٹ اور شرٹ تک پہننے لگی ہیں (۲) المصنف لابن ابی شیبۃ ۱۲: ۵۴۶، الدر المنثور ۲: ۱۷۷۔

تشبہ کی حقیقت

آج کل لوگوں کو اس مسئلہ میں بھی شبہ ہے۔ غیر قوم کی وضع اختیار کرنے کے متعلق کہتے ہیں کیا اس سے ایمان جاتا رہتا ہے؟ اس باب میں دو مثالیں عرض کرتا ہوں اس وقت سلاطین میں جنگ ہو رہی ہے اگر کوئی شخص جو برطانیہ کی فوج میں ہو وہ جرمنی سپاہی کی وردی پہن لے اور منصبی خدمت میں کوئی کوتاہی نہ کرے تو کیا اس کا یہ فعل موجب ناخوشی افسران نہ ہوگا۔

دوسری مثال لیجئے کیا کوئی مرد زنانہ کپڑے پہننا اپنے لئے تجویز کرسکتا ہے ذرا زنانہ کپڑے اور پازیب و جوشن وغیرہ پہن کر جلسہ عام میں بیٹھ تو جاویں۔ زنانی وضع میں سوائے تشبہ کے اور کیا عیب ہے۔ افسوس ایک مسلمان تو دوسرے مسلمان کی وضع اختیار نہ کرے۔ کیونکہ اس مثال میں فرق اگر ہے تو صرف مرد اور عورت کا ہے۔ اسلام تو مشترک ہے اور مسلمان ہوکر غیر مسلمان کی وضع اختیار کرے۔ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ بضرورت پہنتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ اگر اس کی ضرورت تسلیم بھی کرلی جاوے تو کیا ہر وقت ہی ضرورت رہتی ہے یہ سب حیلے ہیں۔ میں اس کا اصلی گُر بتلادوں صرف بات یہ ہے یہ ایسی قوم کی وضع ہے جو رعب وادب والی قوم ہے۔ اس کو محض اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ ہمارا بھی رعب پڑے اہل ہیبت کی وضع بناتے ہیں میں کہتا ہوں کہ کونسا کام اٹکا ہوا ہے اس ہیبت پر اس کا منشاء محض کبر ہے(۱)۔ بس اپنے کو بڑے بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ بڑا بننا قانون الٰہی میں بڑا جرم ہے گو تعزیرات ہند میں نہ ملے گا مگر تعزیرات شرع میں ملے گا(۲)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کے قلب میں رائی کے دانہ برابر بھی کبر ہوگا جنت میں نہیں جاسکتا جو جنت کو نہ مانے وہ تو مخاطب ہی نہیں مگر جو

(۱) اس کی وجہ صرف تکبر ہے (۲) اگرچہ ہندوستان کی قانون کی کتاب میں نہ ملے گا لیکن شریعت کی سزاؤں کی کتاب میں موجود ہے۔

جنت کو مانتا ہے وہ سمجھ لے کہ اس پر کیسی وعید ہے۔ جنت جیسی چیز کا ہاتھ سے جاتا رہنا کیا چھوٹی بات ہے۔ حدیث کے علاوہ قرآن شریف میں لیجئے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ﴾ ''بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتے''۔

اور لیجئے شیطان محض سجدہ نہ کرنے سے اس درجہ کا راندۂ درگاہ نہیں ہوا بلکہ سبب اس کا یہی کبر تھا چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔ وَاسْتَکْبَرَ غرض اپنے کو بڑا سمجھنا یہ جرم ہے اور یہ جو غلو پیدا ہو گیا ہے۔ فیشن وغیرہ میں منشا اس کا یہی کبر ہے۔ یہ عورتوں کے اعمال کی ضروری فہرست تھی۔

فضول رسُوم

ایک مرض ان میں اور بھی ہے جو مفسدہ میں سب سے بڑھ کر وہ یہ کہ عورتیں رسوم کی سخت پابند ہیں اور تعجب یہ ہے کہ اکثر مرد بھی ان کے تابع ہو جاتے ہیں اور بعض مرد جو اس میں مخالفت کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک تو اہل دین۔ جو دین کی حیثیت سے انکا خلاف کرتے ہیں۔ دوسرے انگریزی تعلیم یافتہ جو کہ دینی حیثیت سے ان کی مخالفت نہیں کرتے ہاں عقل کے خلاف سمجھتے ہیں۔ سو پہلے لوگ قابل قدر ہیں باقی دوسروں کی مخالفت ایسی ہے کہ فر من المطر و وقف تحت المیزاب یعنی بارش سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ وجہ یہ کہ عورتیں تو رسوم میں دو تین ہی بار عمر بھر میں صرف کرتی ہوں گی اس پر ان کو ملامت کی جاتی ہے کہ ہائیں فضول خرچی کرتی ہو اور خود رات دن اس سے بڑھ کر فضول میں مبتلا ہوں۔ کہیں فوٹو گراف آرہا ہے، کہیں ہرمونیم ہے، کہیں ولائیتی فضول چیزوں سے کمرہ سجایا جارہا ہے۔ چھ چھ جوڑے جوتے رکھے ہیں، فیشن کے کپڑے

قیمتی قیمتی سلوائے جارہے ہیں۔ آٹھ روپیہ کا کپڑا اور سولہ روپیہ سلائی، بعض کے کپڑے لندن دھلنے اور سلنے جاتے ہیں۔ یہ لوگ رات دن اسی قصہ میں مشغول ہیں۔ خود کی تو یہ حالت، اور عورتوں کو فضول خرچ بتاتے ہیں پس یہ حضرات جو عورتوں کو رسوم سے روکتے ہیں تو صرف اس لئے کہ دوطرفہ خرچ نہ ہو۔ یہ روکنا قابل قدر نہیں ہاں دین کے سبب سے ہو وہ البتہ مطلوب ہے جس میں روکنے والا اپنے نفس کو بھی شریک رکھتا ہے یعنی وہ بھی اس اصل کا عامل ہے۔ بعضے طعن و تشنیع کے خوف سے رسوم پر عمل کر لیتے ہیں مگر جس میں احکام کی تعمیل کا مادہ ہوگا وہ رسوم کے ترک کرنے میں کسی کے طعن و تشنیع کا خیال کبھی نہ کرے گا اور گو یہ باہمت مسلمان سے کچھ بعید نہیں لیکن آج کل بوجہ مخالفت عامہ کے قابل تعریف ہے ایسا شخص آج کل ولی اور خدا کا مقبول ہے۔

ترک رسوم کی ایک مثال

ایک زندہ نظیر اس کی آپ کے پیش نظر ہے میرے دوست تحصیلدار میاں عبدالحمید صاحب ہیں انکو اپنی دختر کی تقریب کرنا تھی ماشاء اللہ انہوں نے نہایت دین و خلوص سے کام لیا کیونکہ بعض رسوم تو شرک و بدعت ہیں سو یہ تو اکثر لوگوں میں سے جاتی رہی ہیں انگریزی تعلیم بھی ان کی مانع ہے اور دینی تعلیم بھی مگر ایک دوسرے قسم کی رسوم ہیں جو تفاخر کے لئے کی جاتی ہیں یہ متروک نہیں ہوئیں ان کے کرنے والے بعضے کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے ٹونے ٹوٹکے کچھ نہیں کئے پھر ہم نے تقریب میں کون سی رسم کی۔ سو سمجھ لیجئے جو رسوم تفاخر کے لئے کی جاتی ہیں وہ بھی گناہ ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے کھانے سے منع فرماتے ہیں جو تفاخر کے لئے کھلائے بس جو رسم تفاخر کے لئے کی جائے گی وہ منع کیوں نہ ہوگی۔ تو تحصیلدار صاحب نے یہ ہمت کی کہ ان رسموں کو بھی چھوڑا اور سب کی کچھ پروانہ کی۔ اور

کمال یہ کیا کہ اتفاق سے میرے پاس تشریف لائے اور مجھ کو نکاح پڑھنے کے لئے وطن لے جانا چاہا میں نے کچھ عذر کیا تو انہوں نے سفر ہی میں اس کام کو تجویز کر دیا اور یہ تجویز ہوگئی کہ اسی جلسہ میں عقد کر دیا جاوے۔ اس میں دو مصلحتیں ہوگئیں ایک تو اس سنت سے اس گھر میں بھی برکت ہوگی۔ دوسرے یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ نکاح یوں بھی ہو جاتا ہے اور احادیث سے تو یہی ثابت ہوتی ہے کہ نکاح نہایت سادی چیز ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مجلس میں موجود بھی نہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھ کر یوں فرمایا تھا ان رضی علی بذلك۔ یعنی اگر علی رضی اللہ عنہ اس نکاح کو منظور کریں۔ جب علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے قبول کیا۔ کیسا سادہ نکاح کہ جہاں دولہا بھی موجود نہ تھے بعضے اس سادگی کی وجہ میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ کے پاس تھا ہی کیا، فقر و فاقہ کی حالت تھی تو خوب سمجھ لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کمی کس بات کی تھی جہاں جبرئیل علیہ السلام دربانی کریں۔ اگر آپ چاہتے تو ملائکہ آتے، جوڑے جنت سے جہیز میں لاتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کیا پوچھتے ہو اولیاء اللہ عجیب عجیب شان کے ہوئے ہیں کہ ان کی مرادیں مسترد نہیں ہوتیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواہش کرتے اور وہ مسترد ہوتی۔ حاشا و کلا۔ پھر رشتہ ہوا تو کس طرح کہ نہ نائی نہ ڈوم نہ رسم نہ نشانی صرف زبانی درخواست زبانی منظوری پہلے شیخین رضی اللہ عنہم (۱) نے اپنے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی بابت عرض کیا تھا یہ شرف ہم کو حاصل ہو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر کم ہے تم سے مناسب نہیں ہے پھر شیخین رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رائے دی کہ تم اپنے لئے عرض کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شرماتے تھے ہمت دلا کر بھیجا کہ جاؤ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت شیخین اور حضرت

(۱) حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ۔

علی رضی اللہ عنہ میں کیا اتحاد تھا۔ حضور میں حاضر ہوکر شرم غالب آئی چپکے بیٹھ گئے۔ اسی وقت وحی آئی آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے حکم کیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح تم سے کردوں یہ تو رشتہ تھا پھر نکاح ہوا تو کس طرح کہ نکاح کے وقت آپ نے ایک صحابی سے فرمادیا کہ جو کوئی مل جاوے اُسے بلالو پہلے سے کوئی اہتمام نہ کیا۔ نکاح کے بعد ام ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمادیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پہنچادو۔ وہ برقعہ چادر پہنا کر ہاتھ پکڑ کر جا کر پہنچا آئیں اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے فاطمہ دلہن تھیں ان ہی سے کہا کہ برتن میں پانی لاؤ۔ یہ دلہن ہے کہ شوہر کے سامنے پھر رہی ہیں۔ آپ نے ان کے منہ اور ہاتھ پر اور پشت پر چھڑکا۔ پھر اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔ غرض آپ نے دکھادیا نمونہ امت کو کہ کیا کیا کرو۔

مروجہ طریقہ ایصال ثواب کا رد

اسی طرح غمی میں بھی کچھ نہیں کیا صرف ایصال ثواب کردیتے تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ کی ماں مرگئیں تھیں انہوں نے کنواں بنواکر کہہ دیا ھٰذَا لِاُمِّ سَعد۔ کہ اس کا ثواب سعد کی ماں کے لئے ہے نہ فاتحہ دلائی نہ کچھ کیا۔ اب تو مٹھائی کے دونے (۱) لئے نیاز دلوانے کو پھرتے ہیں جب تک خاص سورتیں پڑھ کر فاتحہ نہ دی جاوے ثواب ہی نہیں ہوتا۔ اور مصلح (۲) کو کہتے ہیں کہ منکر ہے ثواب کا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ایک شخص بے وضو اور قبلہ کو چھوڑ کر نماز کے لئے کھڑا ہو اور کوئی اس کو منع کرے تو کیا وہ نماز کا منکر سمجھا جاوے گا اسی طرح اس شخص کو جو قیود مروجہ کے ساتھ فاتحہ مروجہ یا میلاد مروجہ کو روکے تو کہتے ہیں کہ یہ ذکر رسول کا منکر ہے ہم کہیں گے کہ جس طرح وہ نماز کا انکار نہیں۔ یہ ذکر کا انکار نہیں ہاں تمہارے اس بے ڈھنگے پن سے دونوں جگہ روکتے ہیں لوگوں نے اپنی طرف سے اختراعات کرلئے ہیں (۳)۔ ان لوگوں کی بالکل

(۱) ٹوکرے (۲) اس بری رسم کی اصلاح کرنے والے کو (۳) من گھڑت باتیں کرلی ہیں۔

ایک نئی شریعت ہوگئی ہے ایک نیا مذہب ہوگیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر تعلیم کے مقابلے میں لوگوں نے ایک ایک رائے تجویز کررکھی ہے ہر امر میں مقابلہ کیا گیا ہے۔ شادی میں، غمی میں، بیع میں، شراء میں (۱) ہمارا یہ اسلام وایمان داری شادی غمی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع کرنا چاہئے اور عورتوں کو زیادہ خصوصیت کے ساتھ خطاب کرتا ہوں مقصود بیان تو سب ہوگیا یہاں دو باتیں بطور نکتہ کی بیان کرنا باقی رہ گئیں۔

صفات نسواں

ایک تو یہ کہ یہاں تین صفتیں بیان ہوئیں۔ المُحصَنٰت (پاک دامن) الغٰفلٰتِ (ایسی باتوں سے بے خبر)، المُؤمِنٰتِ (ایمان والیں)۔ دو صفت میں تو صیغہ اسم فاعل کا لائے یعنی الغافلات المومنات مگر المحصنات صیغہ اسم مفعول کا لایا گیا محصنات صیغہ اسم مفعول کا ارشاد فرمایا گیا۔ بات یہ ہے کہ اس طرح لانے سے ہمیں ایک سبق بھی دیا گیا جس کی ضرورت چودھویں صدی میں آکر واقع ہوئی وہ یہ کہ اس میں مردوں کو پردہ کی تاکید کی گئی ہے۔ کیونکہ المحصنات کے معنی ہیں پارسا رکھی ہوئی عورتیں مردان کو پارسا رکھیں ان کے ذمہ ہے پارسا رکھنا۔ معلوم ہوا کہ عورت اکیلی کافی نہیں جب تک مرد اس کو محفوظ نہ رکھے اسم فاعل کے صیغے سے یہ بات حاصل نہ ہوتی۔

اس لئے مفعول کا صیغہ لائے دوسری یہ بات کہ بیچ میں غافلات کا لفظ

(۱) خرید وفروخت ہیں۔

کیوں اس کی کیا ضرورت تھی؟ بات یہ ہے کہ اس کے بیچ میں ہونے سے دونوں صفتوں میں اتصال ہوگیا اشارہ اس طرف ہے کہ قوت علمیہ اور عملیہ کا کمال اس پر موقوف ہے کہ وہ غافلات بھی ہوں یعنی ان کے خیالات محدود ہوں عرفی تبادلہ خیالات نہ ہوں تب ان کا علم وعمل مقصود باقی رہ سکتا ہے۔ مردوں کے لئے تو وسیع خیالات کا ہونا کمال ہے اور عورتوں کے لئے یہ کمال ہے کہ غیر وسیع الخیال ہوں ان کا مکان بھی محدود، آنا جانا بھی محدود ہو، علم بھی محدود، یعنی صرف دین ہی کا علم ہو اس زمانہ میں دونوں نکتوں کے مقتضائے کے خلاف کیا جارہا ہے۔

ضرورت پردہ نسواں

چنانچہ بعض لوگ گھروں میں رکھنے کو قید کہتے ہیں یہ لوگ ان کو آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قید نہیں ہے بلکہ باہر نکلنا حقیقت میں قید ہے کیونکہ قید کی حقیقت ہے خلاف مرضی محبوس کرنا پس قید تو جب ہو کہ وہ باہر نکلنا چاہیں اور تم ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاؤ۔ یہی قید ان کے لئے تو اگر طبع سلیم ہو بے پردہ ہوکر باہر نکلنا یہ موت ہے پس بے پردگی قید ہوئی۔ پردہ میں رہنا قید نہ ہوا یعنی عورتوں نے جانیں دیدی ہیں اور باہر نہیں نکلیں۔ ضلع اعظم گڑھ میں ایک شخص کا زمانہ طاعون میں عارضی مکان چھپر کا تھا اس میں اتفاقاً آگ لگی اس کی بی بی جل کر مرگئی۔ باہر نکل کر دوسروں کو صورت نہیں دکھائی۔ میں یہ فتویٰ بیان نہیں کرتا کہ یہ اچھا کیا، مطلب ان کے جذبات فطریہ کا بیان کرنا ہے پھر لغت سے تائید لیجئے خود عورت کے معنی ہیں چھپانے کی چیز۔ پھر واقعات دیکھ لیجئے جہاں پردہ نہیں ہے ان کے واقعات دیکھ لیجئے اور ان واقعات کا اب انتظام آسان ہے کیونکہ پردہ عادت عامہ

ہے اگر یہ اٹھ گیا پھر انتظام نہ ہو سکے گا پھر وہ واقعات دیکھ کر آپ خود کہیں گے کہ پردہ ہونا چاہئے مگر نہ ہو سکے گا۔ اس وقت علماء کو آپ وحشیانہ خیال والے کہتے ہیں مگر آئندہ چل کر معلوم ہو جاوے گا۔ ایک صاحب نے پردہ کی مذمت میں لکھ مارا تھا کہ دو شخصوں کی شادی ہوئی تھی دلہنیں رخصت ہو کر جا رہی تھی ایک جگہ ریل بدل گئی ڈولی میں دونوں اتاری گئیں اتفاق سے دونوں شخصوں کی بیبیاں بدل گئیں اس کی تو اس کے یہاں پہنچ گئی اور اس کی اُس کے یہاں، آ کے کہا تھا کہ یہ ساری خرابی پردہ کی ہے خوب آپ نے اتفاقیات سے استدلال کیا۔ قصور لوگوں کا تھا کہ کیوں نہ خیال رکھا اور جس کثرت سے خرابیاں بے پردگی کے سبب پیش آتی ہیں ان کے سامنے ایسا ایک امر اتفاقی کس شمار میں ہے اور اگر یہ قیدی ہی ہے تو عفت کی قید ہے میرا ایک رسالہ پردہ کے بارے میں ہے بقیہ شبہات کے دفع کے لئے اُس کو دیکھ بھی لیجئے اور میں اخیر بات کہتا کہ اگر خدا اور رسول کا حکم بھی پردہ کا وجوب کے درجہ میں نہ ہوتا۔ اور واقعات بھی نہ ہوتے تب آخر تو غیرت بھی کوئی چیز ہے مرد کو تو طبعاً غیرت آنی چاہئے کہ اس کی عورت کو دوسرا دیکھے پھر واقعات مزید برآں خصوصًا اس زمانہ میں۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ جوان داماد یا دودھ شریک بھائی سے بھی احتیاط چاہئے بے محابا سامنے نہ آنا چاہئے۔ اس کے متعلق واقعات ہوئے ہیں اور بعضے لوگ ان کو جدید علوم وفنون سکھلا کر ان کو وسیع الخیال بنانا چاہتے ہیں مگر غافلات کا لفظ یہ بتلاتا ہے کہ عورتوں کو غیر ضروری علوم سے غافل ہی ہونا چاہئے خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کے واسطے قوت علمیہ وعملیہ کی تکمیل کی ضرورت اور اس کی طریقہ کا بیان بقدر ضرورت ہو گیا۔ الحمدللہ اب تقریر ختم کرتا ہوں اور اس وعظ کا نام العاقلات الغافلات رکھتا ہوں یعنی وہ عورتیں جو ضروریات

میں عاقل اور غیر ضروریات میں غافل ہوں۔ فقط

اٰمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین واٰخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

اللہ تعالیٰ سب پڑھنے والوں کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے

آمین

خلیل احمد تھانوی